بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماں

تصنیف

سید نوش رضا 'رضا' سرسوی

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیۂ غفران مآبؒ، مولانا کلب حسین روڈ،

چوک، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۳ (ہندوستان)

سلسلۂ اشاعت نور ہدایت فاؤنڈیشن ۔ ۲۶

نام کتاب	:	ماں
تصنیف	:	سید نوش رضا 'رضا' سرسوی
ناشر	:	نورِ ہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ
کمپوزنگ	:	آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، لکھنؤ (9935025599)
سرورق	:	ایڈورٹائزرس انڈیا، گولہ گنج لکھنؤ
سنہ اشاعت	:	شوال ۱۴۳۲ھ/ستمبر ۲۰۱۱ء
تعداد	:	ایک ہزار
مطبع	:	ایڈورٹائزرس انڈیا، گولہ گنج لکھنؤ
ہدیہ	:	

ملنے کے پتے

۱۔ نورِ ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران مآبؒ، چوک، لکھنؤ۔۳ (یو۔پی۔)

فون: 0522-2252230 موبائل: 9335996808 — 9335276180

ای میل **e-mail:** noorehidayat@gmail.com, & noorehidayat@yahoo.com

عرضِ نور

نور ہدایت فاؤنڈیشن اپنی اشاعتی پیشرفت میں یہ ۔۔۔۔۔۔۔ویں کڑی 'ماں' پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہے۔

بے نیاز تعارف، مستغنی عن الالقاب جناب رضاؔ سرسوی کی یہ نظم اس سے پہلے کئی بار زیور طبع سے آراستہ ہوکر اہل ادب اورارباب نظر حضرات سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہے۔اب کچھ اضافہ کے ساتھ، ایک دنیا کی مانگ پر پھر پیش ہے۔

امید ہے ہمارے باذوق قارئین کرام اس حسین و جاذب قلب ونظر تخلیق کی پذیرائی فرمائیں گے اوراس کے باکمال فنکار کو دعاؤں سے اورہمیں دعاؤں کے ساتھ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں گے۔

سید مصطفی حسین نقوی اسیفؔ جائسی
رئیس موسسہ
نور ہدایت فاؤنڈیشن
لکھنؤ

بنام خدا

''ایک نظر ادھر بھی''

ماں تین حروف کا وہ خوبصورت مجموعہ کہ جس کی ساخت سے ممتا کا اظہار ہوتا ہے اور جسے دیکھ کر ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ کوئی لفظ نہ ہوکر کوئی سائبان ہو۔ ماں وہ خوبصورت تصور کہ جس میں پیار اور محبت کی ساری تصدیقیں موجود ہیں، ماں وہ بہترین احساس کہ جس کو محسوس کرنے سے ساری دنیائے احساسات قاصر ہے، ماں خالق بے نیاز کا بنایا ہوا وہ حسین پیکر کہ جس میں محبت، ممتا، پیار، ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ ماں دنیاوی زندگی میں وہ اکلوتا رشتہ ہے جو ہر غرض سے بے نیاز ہے۔ ماں کے لئے دنیا کا کوئی عالم، شاعر، مفکر، مصنف کیا لکھ سکتا ہے؟ اللہ نے اس کے قدموں کے نیچے جنت کو رکھ دیا ہے۔ ہر انسان کسی نہ کسی صورت میں ماں کی قصیدہ خوانی کرتا ہے لیکن دور حاضر کے انقلابی شاعر محترم رضاؔ سرسوی نے جس ڈھنگ سے اس عنوان کو اشعار کا جامہ پہنایا ہے، اس طرح شاید کسی نے اس مضمون پر اپنے قلم کی جولانیاں نہیں بکھیری ہیں۔ زیر نظر کتاب میں موجود ۳۲۳/اشعار میرے اس دعوے کی دلیل ہیں۔

عمِ محترم رضاؔ سرسوی کے بارے میں کچھ لکھوں تو اپنے کی تعریف آپ والی بات ہوجائے گی اور پھر مجھ جیسا بے بضاعت انسان ان کی شخصیت اور شاعری کے لئے اگر لکھنے بیٹھ جائے تو الفاظ کے ذخیرے بھی شاید کم پڑجائیں۔ ان کی بین الاقوامی شہرت اور مقبولیت ان کی شخصیت اور شاعری کی ترجمانی کرتی ہے۔

رہی بات نظم 'ماں' کی تو اس کی کامیابی تو اس بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس نظم کو پڑھ کر اور سن کر نہ معلوم کتنے لوگوں نے یہ عہد کر لیا کہ ہم کسی صورت اپنی ماں کو کوئی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔ نمونے کے طور پر کس شعر کو لکھوں میں اس کا فیصلہ اس لئے نہ کر سکا کہ اس نظم کا ہر شعر مضامین کے اعتبار ایک مکمل نظم ہے اور اس کے کتنے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں مجھے خود نہیں معلوم اس لئے تقریباً سترہ ممالک میں بہت سی زبانوں میں لوگوں نے اس نظم کو شائع کیا ہے اور اب ایک اور ایڈیشن کچھ اشعار کے اضافے کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کا ایک ایک شعر رضاؔ سرسوی کی شاعری کا احساس دلاتا رہے گا۔

آپ اور ہم مل کر اپنے اس بزرگ اور انقلابی شاعر کی طول حیات اور توفیقات میں اضافے کے لئے بارگاہ حق میں دعاگو رہیں گے تو شاعری کے اس آفتاب کی کرنوں سے بار بار محظوظ ہوتے رہیں گے۔

فقیر علم باب علم
سید صفی اصغر نجمی سرسوی
ممتاز الافاضل
''شعبۂ ابوطالب''، سرسی، ضلع مراد آباد

رحمت عفوان ربوبیت نشان 'ماں' کے نام

م۔ر۔عابد

میرے علم و یقین کی حدوں میں حضرت رضاؔ سرسوی وہ اکلوتے شاعر ہیں جن کی قابل ہزار رشک و ناز شناخت سیدھے 'ماں' سے ہوئی ہے۔ شہکار فطرت ماں پر شاہکار تخلیق سے موصوف نہ تو محتاج تعارف ہیں، نہ ہی 'ماں' کہ مجھ ایسے کوتاہ نظر، تنگ احساس اور تنگ فطرت کے مفلسِ حکمت و جذبات قلم کی کچھ بھی ضرورت ہو۔ پھر بھی کچھ ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ حضرات کی نظر خراشی کرتے ہوئے آپ کے ذوق نقد ادب پر خواہ مخواہ بار ہونے کی جسارت پر مجبور ہوں، معاف فرمائیے گا۔

ماں جب اپنی بھرپور رعنائی، جولانی، تابانیوں اور اپنے کمال کے ساتھ (پورن ماسی کے چاند کی صورت جلوہ گر) ہوتی ہے تو اس کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی کی چمکتی چھاؤں میں ہم دنیا کے ہر سرد و گرم سے محفوظ تو ہو جاتے ہیں، لیکن اس کی شخصیت (یعنی ممتا) کی ایک جھلک بھی محسوس کر پانے کو ہمارے ہوش و حواس کب ٹھکانے ہوتے ہیں، اس وقت ہمارا شعور گھٹنیوں بھی کہاں چل پاتا ہے! (یہ تو بعد میں دوسروں کی ممتا ہوتی ہے جو ہمارے 'مشاہدہ' میں آ کر ہمارے احساسات و جذبات کو دستک دیتی ہے، وہ بھی اگر ہمیں اسے کچھ محسوس کرنے کی توفیق ہو!) اسی غربت احساس اور افلاس شعور کی عاجزی کی بنا پر ہمیں بس خدا ہی یاد آتا ہے۔ ہم اپنی اس عاجزانہ بے حواسی سے بس یہی کہہ سکتے ہیں ؎

رب الرحمهما کما ربّینی صغیرا۔

واقعی اس 'کمار بینی' کو وہی ایک اکیلا بصیر و حکیم ہی دیکھ سمجھ سکتا ہے۔ یہ سب ہماری سب سے بڑی عاجزی ہوتی ہے کہ اس وقت بظاہر ہماری آنکھیں بھی ہوتی ہیں، بلکہ حواس خمسہ کی سپاہ بھی حاضر ہوتی ہے، پھر بھی ہم دیکھ سکتے ہیں، سمجھ پانے کی بات تو بہت دور رہی۔ ممکن ہے ہماری اس قابل رحم حالت (بے حالی) کے پیچھے اس کی حکمت پوشیدہ ہو۔ ماں کی عظمت و جلالت کے آگے ہمارا شعور بھی سر کیوں اٹھانے پائے۔ شاید ہمارے اندر بروقت جذبۂ تشکر و امتنان کے بیدار نہ ہونے کی روشن ضمیر کسک ہی ماں کے سامنے ذرا بھی اپنی آنکھیں اونچی کرنے کی بڑی گستاخی پر لگام لگائے رکھے۔ پھر یہی بات ہمارے اندر یہ سعادتمندانہ احساس جگائے رکھے کہ کاش ممتا کی (اس وقت کی غائبانہ مولفانہ) کرامتوں کا کچھ بھی احساس کر سکیں۔ یہ کچھ بھی ہمارے جیسے کوتاہ نظر، تنگ احساس اور سست شعور کے لئے بہت کچھ ہے کیونکہ ہم تو ممتا کی اس مقدس دیوی کو کچھ سمجھ نہ سکے، حق معرفت کیا ادا کر سکیں گے، پھر ہم ممتا کے کریم خالقِ رحمن اور اپنے حقیقی پالنے والے کا حق معرفت کیا ادا کر سکتے ہیں ؂

ما عرفناک کے مضمون نے سمجھا دیا یہ
واقعی سہل نہیں صاحبِ عرفاں ہونا

'ماں' کے تخلیق کار ہمارے فاضل صاحب نظر شاعر کو بھی غالباً یہی احساس ہے، جبھی تو اس کے کئی ایڈیشن شائع ہونے کے بعد بھی اضافہ جاری ہے یعنی نظم ابھی بھی زیر تخلیق ہے۔ سچ ہے، رحمت نشان ماں کے لامتناہی جہات کا احاطہ کرنا محدودیت آشنا نظم کے بس میں کہاں!!

ویسے یہ ناچیز تو شاعر کے محسوساتی شعور سے زیادہ اس کے غیر محسوساتی شعور، لاشعور اور تحت الشعور کا کلمہ پڑھتا ہے اور مانتا ہے کہ شاعر بے انتہا غیر محسوس (یا وجدانی) عالم سے بہت کچھ درک کر لیتا ہے، جس تک عام فکر و خیال پر بھی نہیں مار سکتا۔

اس قابل قدر، لائق ہزار تحسین و آفرین نظم پر کچھ از قسم خیال آرائی کی صلاحیت مجھ میں

ہے، نہ ہی کچھ کہنے کی جسارت کا برتا۔ خود اس کی شہرت و مقبولیت کا مسلسل بڑھتا ہوا گراف ہی اسے خراج نقد و قدر پیش کرنے کو کافی ہے۔ پھر، اوپر سے مولانا فیروز حیدر جیسے جوہر خطابت و نظر اور پروفیسر وحید اختر جیسے دقت نظر کے فلسفہ مآب شاعر اہل قلم کے قلمبند آرا سامنے ہیں۔

بس، چپکے سے یہ بات بتاتا (سکھانے والا بتانا نہیں، بلکہ محض بیان والا بتانا) چلوں کہ 'ماں' کے اس صحفیہ گرامی کو دیکھنے کی سعادت و عبادت حسن اتفاق سے مجھے ماہ مبارک میں ہی نصیب ہوئی۔ یعنی بہت سے آسمانی صحیفوں اور مقدس کتابوں کی طرح کم از کم میرے لئے اس کا نزول اجلال اس مبارک مہینہ میں ہوا۔ (ویسے اس کے جستہ جستہ اشعار میری سماعت و قرات میں حلاوت بھرتے آئے تھے لیکن اب تک پورے صحیفہ گرامی کو دیکھنے کا اتفاق ابھی ہوا۔) امید ہے، اسے عبادت کہنے پر ہمارے مفتیان کرام، فقیہان عظام اور علمائے اعلام میری زبان نہ پکڑیں گے۔ جب زبان کی بات چل پڑی ہے تو یہ بھی کہتا ہوں کہ ہماری زبان کا یہ لفظ جتنا فطری ہے، اتنا نہ کوئی دوسرا لفظ ہے، نہ کسی دوسری بولی کا لغت، کیونکہ ہم سب کی بولی اسی لفظ 'ماں' سے پھوٹتی ہے۔ ہمیں معاف فرمائیں گے عربی زبان کی وسعت و جامعیت سے مرعوب افاضل، یونانی زبان کی دقیانوسی پیچیدگیوں پر سر تسلیم خم کرنے والے سوفسطائی حضرات (Sophisticates)، فارسی زبان کی پارسی شیرینی سے تر زبان آغائیان، سنسکرت کی 'برہمہ وانی' کے وجدانی گن گانے والے سروشری (सर्वश्री) اور دو حاضر کی انگریزی کی برجستگی پر 'ہٹس ڈاؤں' مسٹر صاحبان (جواب صاحب بہادر نہیں رہے)، اُم (عربی)، میٹر/Meter (یونانی)، مادر (فارسی)، ماترم/मात्रम् (سنسکرت)، مدر/Modor (قدیم انگریزی) یا مدر (جدید انگریزی) میں وہ بات کہاں!! اسی لئے 'ماں' پر کچھ کہے ('تخلیق' کہنے پر ؂ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے) کا پورا پورا حق فطرتاً اسی زبان کے شاعر کو جاتا ہے جس زبان نے یہ فطری لفظ دنیا کو عطا کیا ہے۔ پھر شاعر بھی وہ جو 'خاندانی قاضی' ہو، پیدائشی 'نوشہ' (یہ 'ماں' ہی ہے جو اپنے ہر بچہ کو نوشہ دیکھنا چاہتی ہے) اور رضاؔ ہو

(اس کا مضمون اور موضوع یقیناً سراسر مطابقِ رضا ہے)۔

وہ لائق صد ہزار مبارکباد ہیں کہ اس اچھوتے پاک فطری موضوع کا انتخاب کیا۔ ان کی اس پاکیزہ اندازِ تخئیل کو لاکھوں کروروں سلام۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے فاضل شاعر نے رحمت حق کی اس بین الاقوامی زمینی صورت، محبت و شفقت و عطوفت کی اس زندہ مورت، ایثار وقندہی کی توانا علامت، بے لوث جفاکشی کی حق نما دیوی کا مرثیہ (اگر مطلع سے صحیح عضد یہ ملتا ہے) کہا ہے یا قصیدہ یا سلام یا سپاس نامہ یا اعترافی اعتذار نامہ یا نصیحت نامہ یا عصری آگہی کا کوئی پیغام دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ یا پھر ان سب کا مجموعہ کوئی نئی صنف سخن بزم ادب کے حوالہ کی ہے۔

ویسے مجھے پورا پورا یقین ہے کہ رضاؔ کی اس دلفریب و پرسوز و گداز قابل قدر مخلصانہ جذباتی نظم پر کوئی بھی آنکھ بند کئے یا ہونٹ سئے رہنے والا نہیں، بس یہ خیال رہے کہ، کہتے ہیں، ہمارا شاعر وہ ہے جو دوسروں کے شعروں پر غیر معمولی طور پر بڑی عالی ظرفی، فراخدلی کے ساتھ بلند آواز میں داد دینے (بلکہ نعرہ لگانے) کا خوگر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر، اس داد کے پہلے اور آخر میں اور اس کے پردے میں ممتا کے اس خالق حقیقی کی ساری تعریف، حمد و شکر ہے جس نے ممتا کے روپ میں ہمیں اپنا اس قدر واضح، نا قابل انکار مشفقانہ جلوہ دیا (جس سے بڑھ کر کسی حق نما کا فطری چیز کا تصور ہم نہیں کر سکتے) اور شاعر کو 'ماں' نظم کی توفیق۔

حد ادب

م۔ر۔عابد

تأثرات

پروفیسر ڈاکٹر سید وحید اختر صاحب مرحوم
سابق پروفیسر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جناب رضاؔ سرسوی کی نظم اردو نظموں کے اس قبیلہ سے رشتہ رکھتی ہے جس میں اقبالؔ کی ''والدۂ مرحومہ کی یاد میں'' اور فراقؔ کی ''جگنو'' قرار دیا ہے۔ یہ جگنو عالم میں ذرا دیر کو چمک کر بجھ جاتے ہیں، مگر ان یادوں کی چمک کے پیچھے جو روشنی ہے وہ امر ہے۔ اس کی فیض رسانی کا سلسلہ ابتدائے انسانیت سے آج تک جاری ہے۔ یہ روشنی اور گرمی ہے ماتا کی۔

ماں کی محبت ضرب المثل ہے اور اس کی خدمات و اطاعت اولاد پر فرائض مذہبی کی طرح واجب ہے ؂

''کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے''

جناب رضاؔ سرسوی نے اس نظم میں'' جیسا کہ خود عنوان سے ظاہر ہے، ماں کو موضوع سخن بنایا ہے، اقبالؔ اور فراقؔ کی نظمیں ان کے منفرد اسالیب اور فکری آہنگ کی وجہ سے اردو شاعری میں انفرادیت و اہمیت کی حامل ہیں۔ لیکن جہاں تک موضوع کے پوری شرح و بسط کے ساتھ برتنے کا سوال ہے یہ بات بلا جھجک کہی جاسکتی ہے کہ رضاؔ سرسوی نے موضوع کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ ماں

جس طرح اپنی اولاد کے لئے تکلیفیں اٹھاتی، رنج سہتی، محنتیں کرتی اور تنگدستی و مجبوری میں پوری طرح ایثار، نفس کشی اور قربانی کا ثبوت دیتی ہے، اس کی مثال کسی اور نسبی یا نسبتی رشتے میں نہیں مل سکتی۔ زیر نظر نظم کے شاعر نے اس گوشے کو خاص طور سے اجاگر کیا ہے۔ بد بخت ہیں وہ جو ماں کے مرتبہ اور اس کی قربانیوں کا احساس نہ کریں، یا بڑے ہو کر اپنے اہل وعیال کی فکر خود غرضی کے ہاتھوں اسے نظر انداز کر دیں۔ ماں کی خدمت ہی سعادت ہے۔ رضاؔ سرسوی کی نظم کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس کی اس طرح بے لوث مدح کرنا بھی سعادت ہے اور سعادت کے لئے رضاؔ صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اقبال نے حضرت مریمؑ اور جناب فاطمہ سیدۃ النساء العالمینؑ کا موازنہ کرتے ہوئے رموز بے خودی، میں جناب سیدہؑ کی افضلیت اس لحاظ سے مانی ہے کہ وہ مثالی ماں ہونے کے ساتھ مثالی بیوی اور مثالی بیٹی بھی تھیں۔ عورت کی زندگی میں بھی تین منزلیں آتی ہیں بیٹی، بیوی، پھر ماں، اس طرح سے ماں کے درجہ تک اس کے قلبی وروحانی سفر ارتقاء کی معراج ہے۔

رضاؔ سرسوی نے نظم کے آخری حصہ میں کربلا کی ان ماؤں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے اپنے شوہر اور بچوں کو سیدہؑ کے لال پر خوشی خوشی قربان کر دیا۔ بیوگی کا بوجھ اٹھانا اور کوکھ کے پالوں کو خود سجا، سنوار کے موت کا دولہا بنا کر مقتل میں بھیجنا عورت کا سب سے کڑا امتحان ہے۔ اس نظم میں کربلا کی ماؤں کا یہ مثالی کردار اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ تمام ماؤں کے لئے مثال اور نمونہ بن سکتا ہے۔ کربلا کی قربانیوں اور مصائب سے ربط دے کر رضاؔ سرسوی نے اپنی نظم کی معنویت و بلاغت کو اور زیادہ وسیع و عمیق کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ نظم ارباب ذوق اور ارباب عزا، دونوں میں پسند کی جائے گی۔

اظہار خیال

میثم عصر مولانا سید فیروز حیدر عابدی طاب ثراہ

ہر دور میں اہل نظر نے عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بقدر ظرف و ذہن روشنی ڈالی ہے اور کسی نہ کسی رخ کو محور بنا کر لفظ عورت کو اس طرح گردش دی کہ حقیقت افسانوی تصویر بن کر سامنے آگئی، مثلاً کمزور جسم کو دیکھ کر کنیزی اور لونڈی کا تصور، حسن کو دیکھ کر عشق و محبت کا خیال، جنسی کشش کو دیکھ کر شہواتی تسکین، جذباتیت کی فراوانی کو دیکھ کر ناقص العقل ہونے کا تصور، لیکن یہ تمام رخ اس کی حیات کے معمہ کی ناقص تشریحات ہیں۔ دراصل عورت صرف ماں ہے۔ کسی کی شریک حیات ہونا دراصل ذریعہ ہے مقصد تخلیق تک رسائی کے لئے۔ بیٹی ہونا، ایک تربیتی دور ہے ماں بننے کے لئے۔ چھوٹی سی لڑکی کا گڑیا یا گڈے کے کھیل دراصل اس کی جبلت میں مادری جذبہ تربیت پاتا ہے۔ ماں باپ کی خدمت بھی ایک لاشعوری مادری جذبہ ہے۔ بہن بن کر بھائی سے محبت بھی اس جذبے کی عکاسی ہے۔ عہد شباب میں جنسِ مخالف کا خیال و رغبت دراصل قوتِ روئیدگی ابرِ کرم کی طالب ہوتی ہے۔ تخلیق و تربیت کے لئے قربانی کی ضرورت ہے۔ قربانی جذبات کی محتاج، اس لئے عورت کو عقل بعد میں ملی، جذبہ پہلے ملا۔ جذبہ کو ہٹا کر عقل آگے لے آیئے تو قربانی کا جذبہ ختم ہو جائے اور پیدائش اولاد کا خیال عقل کی بھینٹ چڑھ جائے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

جس طرح زمین کا مزاج قربانی پسند ہے تا کہ بشر کو رزق دے سکے۔ اسی طرح فطرت نے ماں کا کردار بھی ایثار پسند بنایا ہے تا کہ وہ زندگی کو تسلسل دے سکے۔ عورت کے جسم کی ساخت اس کے مزاج اور ذہن کی تشکیل، اس کی فطری اور جبلت کے آئین اسے صرف قربانی کے لئے ابھارتے ہیں۔ یہ قربانی اس کی زندگی کا اصل منشاء ہے۔ اسی لئے عورت ہر قربانی کی تکلیف میں آسودگی محسوس کرتی ہے۔ مرد زحمت میں تکلیف محسوس کرتا ہے، عورت تکلیف میں راحت محسوس کرتی ہے ورنہ پہلی بار دردِ زہ کے تجربہ کے بعد عورت کبھی اس فشار کو قبول نہ کرتی۔ زندگی بھر مرد کے ظلم وستم کا نشانہ بنتی ہے تو صرف اولاد کے لئے۔ اپنا حسن نچوڑ کر زندگی کا پیٹ بھرتی ہے، آسودگی محسوس کرتی ہے تو صرف اس مخلوق کے لئے۔

نوجوان انقلابی شاعر رضاؔ سرسوی چونکہ جذباتی شاعر ہیں، اس لئے ''ماں'' کی تصنیف وجود میں آئی، عقل مند ہوتے تو ''عورت'' لکھتے۔ اس نظم میں ایک زندگی کا ''جذبۂ احسان شناس'' دھڑک رہا ہے۔ شاعر کا یہ شعوری جذبہ ہے جو کبھی کبھی اولاد کے کھونے کے بعد پوری زندگی میں رچ بس جاتا ہے۔ یہ نظم بیٹا بن کے نہیں لکھی، ماں کے جذبات ہیں جو شاعر کے قلم کی سیاہی میں ڈھل گئے ہیں۔ پوری نظم ایک نئے انداز کی لوری ہے جو زندگی کے لبوں سے محسنۂ حیات کے لئے نذر کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ شاعر کے احساسات نہیں، ہر بیٹے کے محسوسات ہیں، وہ حقیقتیں جو ہر بیٹا زندگی بھر محسوس کرتا ہے اور یہی بات شاعر کی کامیابی کا راز ہے کہ یہ وہ بات کہے جو ہر دل میں ہے، ہر شعر جذبات سے لبریز ہے، اس لئے دل کو چھوتا ہوا گزر جاتا ہے۔ کچھ اشعار دل میں اترتے چلے جاتے ہیں اور آنکھیں چھلک جاتی ہیں کچھ اشعار پیغام ہیں، ہدایت ہیں نئی نسل کو۔ رضاؔ کے اکثر اشعار تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے ہیں، رضاؔ کے کلام کا یہ رخ فطرت کی عکاسی اور تبلیغ کی ذمہ داری لئے ہوئے ہے۔ خدا توفیقات میں اضافہ کرے۔

ماں معصومینؑ کی نگاہ میں

(۱) جنت ماں کے قدموں میں:

قال رسول اللہ (ص): الجنۃ تحت اقدام الامھات۔ [۱]

پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: جنت ماؤں کے قدموں میں ہے۔

(۲) باغ جنت ماں کے قدموں میں

قال رسول اللہ (ص) تحت اقدام الامھات روضۃ من ریاض الجنۃ۔ [۲]

پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: جنت کا ایک باغ ماؤں کے قدموں میں ہے۔

(۳) ماں کا احترام طول عمر کا باعث

الامام الصادق (ص) قال: وقّرا باک یَطل عُمرُک ووَقر أمک تَریٰ لبنیک بنین۔ [۳]

باپ کا احترام کرو تا کہ عمر میں اضافہ ہو اور ماں کا احترام کرو تا کہ اپنی نسلوں کو دیکھو۔

(۴) ماں کی دعا مقبول بارگاہ

قل رسول اللہ (ص) قال: دعا الوالدۃ یفضی إلی الحجاب۔ [۴]

رسول گرامی (ص) فرماتے ہیں: ماں کی دعا میں کوئی شے آڑے نہیں ہوتی (ماں کی دعا ہر طرح کی رکاوٹ کو خود سے دور کرتی ہے)۔

(۵) ماں کی اطاعت، جنت اور نافرمانی عذاب جھنم کا باعث

الامام الکاظم (ع) قال: کن باراً و اقتصر علی الجنۃ وإن کنت عاقاً فاقتصر علی النار۔ [۵]

امام کاظم (ع) فرماتے ہیں: اگر جنت میں عیش کی تمنا ہے تو ماں کے ساتھ نیکیاں کرو اور اگر ان کی نافرمانی کی تو عذاب جہنم کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

(۶) ماں کی قدم بوسی خانہ کعبہ کو چومنے کے برابر

قال رسول اللہ (ص) من قَبّل رِجلَی اُمِّہٖ فکأنما قَبّل عتبَۃَ الکعبۃ۔[۶]

رسول گرامی فرماتے ہیں: جس نے اپنے ماں کی قدم بوسی کی گویا اس نے خانۂ کعبہ کی چوکھٹ کا بوسہ لیا۔

(۷) ماں کی پیشانی کا بوسہ آتش جہنم سے امان کا باعث

قال رسول اللہ (ص): من قَبّل بینَ عَیْنی أمہٖ کان لہ ستراً من النار۔[۷]

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں جس نے اپنی ماں کی پیشانی کا بوسہ لیا گویا اس نے خود کو جہنم سے بچا لیا۔

(۸) عاق مادری بھی حرام

روی عن رسول اللہ (ص) ان اللہ تعالیٰ کرمام علیکم حقوق الامہات۔[۸]

رسول گرامی سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے تم پر عاق والدہ کو حرام قرار دیا ہے۔ (عاق والدہ بھی گناہان کبیرہ میں سے ایک ہے)

روی عن رسول اللہ (ص): مَلعونٌ من سبَّ اباہ، ملعونٌ من سب امہ۔[۹]

پیغمبر اسلام سے روایت ہے: ملعون وہ شخص ہے جو اپنے باپ کو دشنام دے، ملعون ہے وہ جو اپنی ماں کو دشنام دے۔

(۱۰) دوسرے کی ماں کو دشنام دینا اپنی ماں کو دشنام دینے کے ہم وزن

روی عن رسول اللہ (ص): من الکبائر شتم الرجل والدیۃ قالوا یا رسول اللہ (ص) وھل شتم الرجل والدیہ؟ قال (ص): نعم یسب ابا الرجل، فیسب اباہ ویسب امۃ فیسب

امہ۔

رسول گرامیؐ سے روایت ہے: ماں باپ کو دشنام دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے، لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ آیا کوئی اپنے باپ کو دشنام دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (کیونکہ کسی کے باپ کو دشنام دینا اپنے باپ کو دشنام دینے کے مساوی ہے، کسی کی ماں کو دشنام دینا اپنی ماں کو دشنام دینے کے مساوی ہے۔[۱۰]

(۱۱) ماں کے ساتھ حسن سلوک کرو اگرچہ وہ مشرک ہو

عن أسماء بنت أبی بکر: قدمت علیَّ وھی مشرکۃ فی عھد رسول اللہ (ص) فاستفیت رسول اللہ (ص) قلت: قدِمت علی اُمِّی؟ وھیَ رَغبۃٌ فأَصِلُ اُمِّی قال (ص): نعم صلی امک۔

اسماء دختر ابی بکر سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ (ص) میں میری ماں مجھ سے ملنے آئی درحالیکہ مشرکہ تھی، آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ''میری ماں مجھ سے ملنے آئی ہے جب کہ وہ مجھے بہت چاہتی ہے آیا میرا اس سے ملنا صحیح ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی ماں سے مل سکتی ہو۔[۱۱]

(۱۲) ماں کی آواز پر نماز توڑ دو

قال رسول اللہ (ص): اذا کنت فی صلاۃ التَّطوُّعِ فإن دعاک والدک فلا تقطعھا وإن دعتک والدتک فاقطعھا۔[۱۲]

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں: اگر مستحب نماز میں مشغول ہو اور باپ آواز دے تو نماز کو بغیر توڑے جاری رکھو لیکن اگر ماں آواز دے تو نماز توڑ کر لبیک کہو۔

(۱۳) خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہوتا ہے

روی عن النبی (ص): الخالۃَ بمنزِلَۃُ بمنزِلۃ الأم۔[۱۳]

خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہوتا ہے۔

(۱۴) ماں کا درجہ باپ سے اعلیٰ

روی أن رجلاً قال النبی (ص) یا رسول اللہ (ص) أی الوالدین اعظم؟ قال (ص) التی حملتۂ بین الجنبین، وارضعتہ بین الثدیین، حضنتہ علی الفخذین، فدتہ بالوالدین۔ [۱۴]

پیغمبر اسلام (ص) سے کسی نے سوال کیا ماں باپ میں سے کس کا رتبہ زیادہ بلند ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے (انسان) اپنے پہلوؤں پر حمل کیا، اپنے شیر سے سیراب کیا، اپنی آغوش شفقت میں پناہ دی۔

(۱۵) ماں کی خدمت کا شرف جہاد کے برابر

قال رسول اللہ (ص): لرجُل یُریدُ الجہاد و أمۃ تمنعہ، عند اُمک قِرَّ و اِنَّ لکَ مِنَ الأَجرِ عِندھا مِثلَ مَالکَ فی الجہاد۔ [۱۵]

رسول گرامیؐ اس شخص سے فرماتے ہیں جو جہاد پر جانا چاہتا ہے لیکن ماں جانے سے روکتی ہے: لازم ہے کہ تم اپنی ماں کے پاس رہو، اس کی خدمت کا ثواب وہی ہے جو میدان جہاد پر جانے کا ثواب ہے۔

(۱۶) ماں کی خدمت جہاد سے بڑھ کر

قال رسول اللہ (ص): لرَجُلِ استشارہ فی الجہاد۔ ھَل لکَ من امِّ؟ قال: نعم قال (ص) فألزِمھا، فَإنَّ الجنۃَ عِندَ رِجلھا۔ [۱۶]

رسول گرامی (ص) اس شخص سے فرماتے ہیں جس نے جہاد پر جانے کیلئے حضرت سے مشورہ کیا: آیا تیری ماں زندہ ہے؟ جواب ملا ہاں، پس آپ نے فرمایا: تجھ پر ماں کی خدمت لازم ہے بیشک جنت اس کے قدموں میں ہے۔

(۱۷) ماں کی ایک دن کی زحمت کا حق ادا کرنا بھی ممکن نہیں

روی عن رسول اللہ (ص): قِیلَ یا رسول اللہ (ص): مَا حقُّ الوَالِدِ؟ قال ان تُطِیعَہ مَا عَاشَ فَقِیلَ: وَمَا حَقُّ الوَالدَۃِ؟ فقال (ص): ھیہات ھیہات، لَو أنَّہ عَدَدَ رَملِ عَالِجٍ، وَقَطرُ المطرِ ایا الدُینا، قام بینَ یدیھا، ماعدلَ ذالک یوم حَمَلتہ فی بطنھا۔ [۱۷]

کسی نے رسول گرامیؐ سے سوال کیا یا رسول اللہؐ باپ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب تک وہ زندہ ہے اس کی پیروی اور اطاعت کرو۔ پھر سوال ہوا، بتایئے ماں کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہیہات ہیہات (اے کاش حق ادا کرنا ممکن ہوتا) اگر ریت کے بڑے پہاڑ کے ہر ہر دانے کے برابر، دنیا کی عمر بھر کی بارش کے قطروں کے برابر بردہ وار ماں کی خدمت میں حاضری دینا اوران کی خدمت کرنا بھی ماں کی اس ایک دن کی زحمت کا بدل نہیں ہوسکتا جس کو اس نے ایام حمل میں برداشت کیا تھا۔

(۱۸) ماں کے ساتھ نیکی کا حکم امام صادق علیہ السلام نے دیا

عن زکریا بن ابراھیم: عن الصادق (ع): .... فَامرہ الصادق (ع) ببرّ اُمِّہ فأسلمت أمہ ببرکۃ ذلک۔ [۱۸]

اس روایت کو زکریا بن ابراہیم امام صادقؑ سے بیان کرتے ہیں (اس روایت کے پیچھے ایک طولانی حکایت ہے جو خود مستقل ایک روایت ہے (امام صادقؑ نے زکریا کو اپنی ماں کے ساتھ نیکی کا حکم دیا (جب کہ زکریا مشرف بہ اسلام تھے اور ماں ابھی نصرانی ہی تھی) پس اس حسن سلوک اور نیکی اور احسان کا اثر یہ ہوا کہ اس کی ماں بھی مشرف بہ اسلام ہوگئی۔

(۱۹) ماں کی بددعا شمشیر سے زیادہ تیز

قال رسول اللہ (ص): إیاکم وَدعوۃ الوالِدِ فإنَّھا ترفعَ فوق السِحاب یقول اللہ عزوجل ارفعوھا إلیَّ حی استجیب وإیاکم ودعوۃ الوالدۃ فإنھا احدُّ من السیف۔ [۱۹]

پیغمبر اسلام (ص) فرماتے ہیں: باپ کی بددعا سے خود کو محفوظ رکھو کیونکہ اس کی پرواز بالوں کو بھی پار

کر جاتی ہے اور خدا ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ اس کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں قبولیت کا درجہ دوں، ماں کی بد دعا سے خود کو محفوظ رکھو کیونکہ ماں کی بد دعا ایک کاری شمشیر ہے۔

(۲۰) ماں بچے کو خون جگر دے کر پروان چڑھاتی ہے

قال رسول اللہ (ص): إن اللہ لیغذّی المؤمن بالبلاء کما تغذی الوالدة ولدَها باللبن۔[۲۰]

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں: خداوند مومن کو بلاؤں کے ذریعہ یوں مضبوط کرتا ہے جس طرح ماں اپنے بچے کو دودھ پلا کر تقویت بخشتی ہے۔

(۲۱) ماں کی آواز پر نماز توڑی جاسکتی ہے

روی عن الإمام الکاظم (ع): إن الرَّجل إذا کان فی الصلاة فدعاه الوالدُ فیسُسبّحُ فإذا دعته الوالدة فلیقل لبیک۔[۲۱]

امام کاظم فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص نماز کی حالت میں ہے اور اس کے والد اس کو آواز دیں تو اس کو چاہئے کہ اپنی عبادت کو جاری رکھے لیکن اگر ماں آواز دے تو آواز پر فوراً لبیک کہے۔

(۲۲) ہر جاندار مخلوق کی ماں اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے

یبین الامام علی (ع) ھذا الحدیث فی تفسیر سورة الفاتحة قال: وأما قوله الرحیم معناه أنه رحیم بعباده ومن رحمته إنه خلقَ مائةَ رحمةٍ لکل منها رحمةً واحدةً فی الخلق کلھم فبھا بتراھم الناس وترحم الوالدة ولدھا وتحننا لأمھات من الحیوانات علی أولادھا فإذا کان یوم القیامة أضاف ھذه الرّھمة إلی تسع وتسعین۔[۲۲]

امام علیؑ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں اس طرح فرماتے ہیں: رحیم یعنی خدا اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، خدا نے سو حصہ رحمت خلق کی ہے جس میں سے ایک حصہ کو مخلوق کے درمیان قرار دیا ہے لوگ اسی ایک حصہ کے ذریعہ ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں، ماں اپنے بیٹے پر شفقت و مہربانی کا

برتاؤ کرتی ہے حیوانات کی مائیں اپنے بچوں سے محبت کرتی ہیں، روز قیامت یہ ایک حصہ رحمت ننانوے حصوں سے مل جائے گی۔

(۲۳) ماں کا حق باپ کے تین گنا

قال الصادق (ع) جاء رجل إلی النبیؐ فقال: یا رسول اللہ من البرُّ؟ قال أُمَک قال ثم من؟ قال (ص) أمک، قال ثم من؟ قال (ص): أمک قال ثم من؟ قال أباک۔[۲۳]

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول گرامی کے پاس ایک شخص آتا ہے اور سوال کرتا ہے یا رسول اللہ کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ جواب ملا اپنی ماں کے ساتھ، پوچھا پھر کس کے ساتھ جواب ملا اپنی ماں کے ساتھ، پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا: اپنے والد کے ساتھ۔ (یعنی والدین کی خدمت کے چار حصے ہیں جن میں سے پہلے تین حصے والدہ کے لئے اور آخر کا حصہ والد کے لئے)۔

(۲۴) خدمت اقربا میں ماں کا حصہ ہر ایک سے پہلے

روی عن البنی (ص): أمّک أمّک ثم أمّک ثم أباکَ ثم الأقرب فالأقرب۔[۲۴]

رسول گرامی سے مراتب خدمات کے سلسلہ میں روایت ہے: نیکی کرو اپنی ماں کے ساتھ، ماں کے ساتھ، ماں کے ساتھ پھر باپ اور پھر دوسرے اقربا کے ساتھ۔

(۲۵) قرآن میں ماں کے ساتھ نیکی کی متعدد سفارش

روی عن النبی (ص): إن اللہ تعالیٰ یوصیکم بأمھاتکم ثلاثاً، إن اللہ تعالیٰ یوصیکم بآباکم مرتین إن اللہ یوصیکم بالأقرب فالاقرب۔[۲۵]

رسول گرامی فرماتے ہیں کہ خداوند عالم (قرآن مجید) نے ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی تین سفارش کی ہے، باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی دو بار، بعد میں مراتب کے اعتبار سے اقرباء کے ساتھ نیکی کی سفارش کی ہے۔

(۲۶) جناب موسیٰ کو ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم

قال الإمام الباقر (ع) : قال موسیٰ بن عمران: یارب اوصینی قال اوصیک بی قال: فقال یرب اویصینی، قال اوصیک بی ثلاثاً، قال یارب اوصینی قال: اوصیک بأمک قال یا رب اوصینی قال: اوصیک بأمک قال یا رب اوصنی قال: اوصیک بأبیک۔[۲۶]

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب موسیٰ نے بارگاہ خدا میں عرض کی: اے خدا مجھے نصیحت کر۔ آواز آئی، میں تم کو اپنے بارے میں نصیحت کرتا ہوں، یہاں تک کہ تین بار خدا نے اپنے بارے میں نصیحت کی، پھر موسیٰ نے کہا: خدا مجھے نصیحت کر۔ آواز آئی کہ تم کو تمہاری ماں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں، پھر موسیٰ نے کہا: مجھے نصیحت کر، پھر خدا نے کہا: تم کو تمہاری ماں کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں یہاں تک کہ تین بار ماں کے بارے میں نصیحت کی، پھر موسیٰ نے کہا خدا مجھ کو نصیحت کر، تو آواز آئی میں تم کو تمہارے والد کے سلسلے میں نصیحت کرتا ہوں (مذکورہ حدیث میں جناب موسیٰ کی درخواست پر پہلے تین بار اپنے بارے میں پھر تین بار ماں کے بارے میں اس کے بعد ایک بار باپ کے ساتھ حسن سلوک ومہربانی کی نصیحت کی ہے۔

(۲۷) خدا کے بعد سب سے زیادہ محبت کرنے والی ماں

قال رسول اللہ (ص) والذی نفسی بیدہ أن اللہ تعالیٰ أرحم بعبدہٖ من الوالدۃِ المشفقۃ بولدھا۔[۲۷]

پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ خدائے بزرگ ومہربان شفیق ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ومہربان ہے۔

(۲۸) ماں پر سبقت بھی عاق کا باعث

وقیل الإمام زین العابدین (ع): أنت أبر الناس ولا نراک تواکل أمک، قال: أخاف أن

أمد یدی إلی مشیئ وقد سبقت عینھا فأکون قد عققتھا۔[۲۸]

کسی نے امام سجاد علیہ السلام سے کہا: آپ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں، پر آپ کو آپ کی والدہ کے ساتھ کھانا کھاتے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں اس لقمہ کی طرف میرا ہاتھ نہ بڑھ جائے جس پر میری ماں کی نظر ہے اور بادل ناخواستہ عاق مادری بن جاؤں۔

(۲۹) باپ سے پہلے ماں کا حق ادا کرو

عن الإمام الصادق (ع) قال: جاء رجلٌ فسال رسول اللہ (ص) عن برّ الوالدین، فقال (ص) اَبرِرْ أمَک، اَبرِر أمَّک، اَبرِر اَباک، اَبرِر اَباک وبدأ بالاَم قبل الأب۔[۲۹]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول گرامیؐ سے والدین کے سلسلے میں سوال کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو، اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو، اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو، اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو (یاد رہے) پہلے ماں کے ساتھ نیکی کرو اس کے بعد والد کے ساتھ۔

(۳۰) ماں کی ایک رات کی خدمت سال بھر جہاد سے بہتر

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص پیغمبر کی خدمت میں آکر عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ میں راہ خدا میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن میری ماں میرے اس کام سے ناراض ہے۔ پس آپ نے فرمایا: إرجع فکن مع والدِتک فو الذی بعثنی بالحق لانسھابک لیلۃ خیر من جھادک فی سبیل اللہ سنۃ؛ واپس جاؤ اور اپنی ماں کی خدمت میں رہو اس خدا کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ایک رات ماں کی خدمت میں گذارنا سال بھر راہ خدا میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔[۳۰]

(۳۱) ماں کی خدمت جہاد سے بہتر

قال عمر بن خطاب: کنا مع رسول اللہ ؐ علی جبل فأشرفنا علی وادٍ، فرأیت شاباً یرعی

غنماً له اعجبنی شبابه فقلت: یا رسول اللہ (ص) وأیُ شاب لو کان شبابه فی سبیل اللہ، وأنت لاتعلم، ثم دعاه النبی (ص) فقال: یاشاب هل لک من تقول؟ قال نعم قال (ص): من؟ قال: أمی فقال انبی (ص): الزمها فانَّ عندر جلیها الجنة۔ [۳۱]

عمر بن خطاب کہتے ہیں: میں رسولؐ خدا کے ساتھ ایک وادی کے پہاڑ پر تھا۔ میری نگاہ ایک جوان پر پڑی جو بکریاں چرا رہا تھا۔ اس کے سن وصحت کو دیکھ کر متعجب ہوگیا اور رسول خدا سے عرض کیا: اے کاش یہ جوان راہ خدا میں جہاد کے کام آتا، رسولؐ خدا نے اس کو آواز دی اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس اہل وعیال ہیں؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا: کون ہے؟ اس نے جواب دیا میری ماں میرے ساتھ رہتی ہے! آپ نے اس سے فرمایا: اپنی ماں کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ جنت اس کے قدموں میں ہے۔

(۳۲) ماں بخشش گناہ کا ذریعہ

قال رسول اللہ (ص): لرجل قال له: مامن عمل مبیح إلا قد عملته، فهل لی من توبة؟ (قال رسول اللہ) فهل من والدیک احد حیٌ؟ قال: ابی قال (ص): فاذهب فبره قال: فلما ولی قال رسول اللہ (ص) لو کانت أمه۔ [۳۲]

رسول گرامی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں بہت گناہگار ہوں کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ جواب ملا ہاں باپ زندہ ہے، آپ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ نیکی کر، (کچھ دنوں بعد جب اس طرف سے گذر ہوا اور آپ کی نظر اس شخص پر پڑی تو فرمایا) اے کاش اس کی ماں زندہ ہوتی (ماں باپ میں سے ماں کی خدمت اور وسیلہ سے توبہ جلد قبول ہوتی ہے اور بڑے سے بڑے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔)

(۳۳) ماں کا مقام امام رضا (ع) کی نگاہ میں

قال الإما الرضا (ع): واعلم أن حق الآم الزم الحقوق واوجب، لأنها حملت حیث لایحمل اهد احداً ووقت بالسمع البصر وجمیع جوار ومسرورة مستشیرة بذالک فحملته بما فیه من المکروه الذی لایصبر علیه احد وریضیت بأن یجوع ویشبع، وتظمأ ویروی تعری ویکتسی وتظلمه وتضحی فلیکن الشکر لها والبر والرفق بها علی قدر ذالک، وإن کنتم لاتطیقون بأذنی حقها إلا بعون اللہ۔ [۳۳]

امام رضا (ع) فرماتے ہیں: یاد رہے ماں کا حق ہر حق سے زیادہ لازم اور اس کی خدمت ہر واجب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ ایسی حالت میں اس نے تم کو اپنے رحم میں رکھا اور اپنے خون جگر سے سیر کیا جب کوئی کسی کے لئے ایسی زحمت برداشت نہیں کرتا، آنکھ کان اور ہر اعضاو جوارح کے ذریعہ تمہارا تحفظ کرتی اور ہر پہلو سے تمہاری خدمت کو کمر بستہ رہتی اور خوشی خوشی تمہاری ساری مصیبت ومشکل کو حل کرتی۔ (ولو خود چاہے ہزار مشکل ومصیبت برداشت کرتی) اور پوری کوشش کرتی کہ تمہاری ضرورتوں کو پورا کرے۔ خود بھوکی رہنے پر تیار رہتی پر تم کو سیر کرتی، خود تو پیاسی رہتی پر تم کو سیراب کرتی، خود تو برہنہ رہ لیتی پر تمہارا تن ڈھانکنے کی کوشش کرتی، خود تو دھوپ کی تمازت برداشت کرلیتی پر تم کو سائے میں جگہ دیتی۔ لہٰذا جس قدر بھی ہوسکے اپنی ماں کی زحمات ومشقات کا شکریہ ان کے ساتھ نیکی واحسان اور حسن سلوک کے ساتھ کرو اگرچہ تم ان کی چھوٹی سی زحمت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہو مگر یہ کہ خدا کی توفیق خاص ہو۔

(۳۴) ماں کا مرتبہ امام سجاد علیہ السلام کی نگاہ میں

قال الإمام السجاد۔۔۔۔۔۔۔اما حق أمک فإن تعلم أنها حیث لا یحتمل احدٌ احداً وأعطتک من ثمرہ قلبک مالایعطی احدٌ احداً ووقعتک بجمیع جوارحها ولم تبال أن تجوع وتطعمک وتعطش وتسقیک وتعری وتکسوک وتضحی وتظلک، وتهجر النوم لأجلک، ووقتک الحر والبرد، لتکون لها فإنک لاتطیق شکرها إلا

بعون اللہ و توفیقہ۔ (۳۴)

امام سجادؑ ماں کے سلسلے میں اس طرح فرماتے ہیں۔۔۔۔لیکن تمہاری ماں کا حق ! معلوم ہے اس نے (تمہاری ماں نے) تم کو اپنے شکم میں اس حالت میں حمل کیا جس میں کوئی کسی کو حمل نہیں کرتا، اس نے اپنے خون جگر سے تمہارے وجود کو سینچا کہ کوئی کسی کے لئے ایسا نہیں کرتا، اپنے پورے وجود کے ساتھ تمہارا خیال کرتی، اپنی بھوک کا خیال کئے بغیر تم کو غذا فراہم کرتی، خود پیاسی رہتی پر تم کو سیر و سیراب کرتی، اپنی عریانیت کا خیال نہ کرتی لیکن تمہارے لئے لباس کا انتظام کرتی، خود تو تمازت آفتاب میں جھلس جاتی پر تم کو سایہ فراہم کرتی، تمہاری خاطر رات رات بھر بیدار رہتی، تم کو سردی میں سردی سے اور گرمی میں گرمی سے نجات دلاتی لہٰذا اس کی خدمت میں غفلت نہ کرنا، ماں کے ادنیٰ احسان کا بدلہ بھی کوئی ادا نہیں کر سکتا مگر یہ کہ خدا کی خاص توفیق وعنایت شریکِ حال ہو۔

(۳۵) ماں کی آواز پر آواز بلند کرنا بھی گناہ

قال إبراهيم بن مهزم: خرجت من عند الله ابی عبد الله (ع) ليلةً ممسياً فأتيت منزلي بالمدينة و كانت أمي معي، فوقع بيني و بينها كلامٌ فأغلظت لها۔

فلما أن كان من الغد صليت الغداة و أتيت أبا عبد الله (ع) فلما دخلت عليه فقال بی مبتدأ: يا با مهرم، مالک و للوالدة أغلظت في كلامها البارحة؟ أما علمت أن بطنَها منزل قد سكنته و أن حجرها مهد قد غمزته، وثديها وعاءٌ قد شربته؟ قال قلت: بلىٰ قال (ع): فلاتغلظ لها۔ (۳۵)

ابراہیم بن مہزم (امام صادقؑ کے چاہنے والے) کہتے ہیں: رات کا وقت تھا کہ میں امام صادقؑ سے رخصت ہو کر اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر پہنچا، کسی بات پر میرے اور میری ماں کے درمیان حجت و تکرار ہو گئی جس پر میں نے سخت لہجہ اختیار کیا۔

دوسرے روز جب نماز پڑھ کر دوبارہ امامؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے پہلے یوں

فرمایا: رات میں تمہارے اور تمہاری ماں کے درمیان کیا ہو گیا تھا کہ تم سخت لہجے میں ماں کے ساتھ پیش آئے؟ کیا تم کو پتہ نہیں کہ اس کا شکم (ماں کا شکم) تمہارے لئے بہترین گھر تھا جس میں تم نے سکونت اختیار کی، اس کی گود بہترین گہوارہ تھی جس میں تم جھولے ہو، اس کے پستان بہترین برتن تھے جس سے تم سیراب ہوتے تھے؟ ابرہیم نے جواب دیا ہاں ایسا ہی ہے، پس آپ نے فرمایا: پھر کیوں ماں کے ساتھ سخت لہجہ میں بات کرتے ہو۔

(۳۶) اگر ماں غیر مسلم ہے پھر بھی نیکی کرو

عن زكريا من إبراهيم، أنه قال لأبي عبد الله "الإم الصادق" إنّي كنت نصرانيا فأسلمت و أن أبي و امي على النصرانية و أهل بيتي و امي مكعوفة البصر فأكون معهم و آكل في آنيتهم؟ قال (ع) يأكلون لحم الخنزير؟ فقلت: لا ولا يمسونه، فقال: فأنظر أمک فبرّها، فإذا ماتت فلاتكلها إلى ؟غيرت، ثم ذكر أنه زاد في برها على ما كان يفصل وهو نصراني فسألته فأخبرها إن الصادق أمره فأسلمت۔ (۳۶)

زکریا بن ابراہیم سے روایت ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے عرض کیا کہ میں پہلے نصرانی تھا، اب مسلمان ہو چکا ہوں، پر میرے ماں باپ ابھی بھی نصرانی ہیں۔ کیا میں ان کے برتن میں ان کے ساتھ کھانا کھا سکتا ہوں؟ امام نے پوچھا آیا وہ سور کا گوشت تو استعمال نہیں کرتے؟ جواب ملا: کھانا کیا! وہ تو اس کو چھوتے بھی نہیں ہیں، پس امام نے فرمایا: اپنی ماں کی خدمت کرو ان کے ساتھ نیکیاں کرو، اور جب وہ مر جائے تو کسی اور کے حوالے مت کرو تمام مراسم خود انجام دو۔ پس اس کے بعد سے زکریا نے ماں کی خدمت اور نیکی میں مزید اضافہ کر دیا یہاں تک کہ ایک دن اس کی ماں نے حیرت کے ساتھ اس سے پوچھا: بیٹا تمہارے سلوک میں تبدیلی دیکھ رہی ہوں۔ پہلے تو اپنی ماں کا خیال نہیں رکھتے تھے پر اب؟ زکریا نے جواب دیا میں مسلمان ہو چکا ہوں، امام صادقؑ نے مجھ کو اس کام کا امر کیا ہے یہ سنتے ہی اس کی ماں بھی مسلمان ہو گئی۔

(۳۷) ماں کی جتنی بھی خدمت ہو کم ہے

ابو القاسم الکوفی فی کتاب الأخلاق قال: قال رجل لرسول اللہ (ص): ان والدتی بلغها الکبر، وهی عندی الآن، احملها علی ظهری، واطعمها من کسبی، وأمیط عنها الأذی بیدی، وأصرف عنها مع ذالک وجهی استحیاء منها واعظاما لها، فهل کافأتها؟ قال (ص): لأن بطنها کان لک وعاءً، وثدیها کان لک سقاءً وقدمها لک هذاءً ویدها لک وقاءً وحجرها لک حوار وکانت تصنع ذلک لک وهی تمنی حیاتک وأنت تصنع هذا بها وتحب مماتها۔ (۳۷)

ابوالقاسم کوفی کتاب اخلاق میں یوں لکھتے ہیں کہ ایک شخص رسول گرامیؐ کی خدمت میں عرض کرتا ہے، میری ماں بوڑھی ہوچکی ہے، میرے ساتھ رہتی ہے میں اس کو اپنے پشت پر حمل کرتا ہوں، اس کا سارا خرچ پورا کرتا ہوں، اپنے ہاتھوں سے اس کو نہلاتا ہوں، اس کی ضروریات کو خود پورا کرتا ہوں اس کے باوجود اس کے سامنے جانے سے شرم کرتا ہوں، کیا میں نے اس کا حق ادا کردیا؟ حضرتؐ فرماتے ہیں نہیں، کیونکہ اس کا شکم تمہارے لئے بہترین پناہ گاہ تھا، اس کے پستان تمہارے لئے چشمہ رحمت تھے، اس کے پیر تمہارے قدم تھے، اس کے ہاتھ تمہارے لئے بہترین مدافع ومعاون تھے، اس کی آغوش تمہارے لئے بہترین جھولا تھی وہ ان تمام مصیبتوں کو برداشت کرتی تاکہ تم کو حیات بخشے لیکن جب تم اس کی خدمت کرتے ہو تو اس کی موت کے خواہاں ہوتے ہو (چونکہ ماں باپ عمر کی اس منزل پر پہنچ جاتے ہیں کہ بیٹا باوجود اینکہ ان کی خدمت کرتا ہے پر ان کی وہ مصیبتیں دیکھی نہیں جاتیں لہٰذا آخر کار بچے موت کی شکل میں ماں باپ کے لئے رفع مشکل کی دعا کرتے ہیں)۔

(۳۸) ماں کی خدمت کا اجر قابل تصور نہیں

روی عن رسول اللہ (ص): بین انا فی الجنة إذا سمعت قاریاً فقلت: من هو؟ قالو: حارثة

بن نعمان، فقال رسول اللہؐ کذالک البر، کذالک البر وکان أبر الناس بأمه۔ (۳۸)

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں: جب مجھ کو جنت میں کسی قاری کی شہرت اور اس کے درجہ کی خبر ملی تو میں نے پوچھا آخر یہ شخص کون ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا حارثہ فرزند نعمان ہے، پس بے ساختہ زبان رسول اللہؐ پر کلمات جاری ہوئے: یہ ہے نیکی کی جزا، یہ ہے نیکی کی جزا، (حارثہ) اپنی ماں کے ساتھ بہت نیکی کرتا تھا۔

(۳۹) خدا کو ماں کی نافرمانی ناپسند ہے

عن رسول اللہ (ص) قال: إن اللہ کرهَ لکم ثلاثاً قیل وقال وکثرة السؤال وإضاعة المال ونهی عن حقوق الإمهات۔۔۔ (۳۹)

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں کہ خدا کو تمہارے لئے تین چیزیں پسند نہیں ہیں: لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے رہنا، مال کو ضائع کرنا، ماں کی نافرمانی کرنا۔

(۴۰) ماں کا حق بڑی ذمہ داری ہے

دعاءُ یوم الاثنین لعلی (ع): ۔۔۔واحتمل عنی یامولای ما افترضت علیَ للابا والأمهات۔

امام علیؑ سے نقل شدہ اتوار کی دعا، امام اس حقیقت کو اس طرح فرماتے ہیں:

اے میرے مولا! ماں باپ کے سلسلے میں سے جو ذمہ داری تو نے مجھ پر عائد کی ہے، بہت زیادہ ہے لہٰذا مجھ کو اس سے سبکدوش فرما۔

(امام کے اس دعائیہ کلمات سے یہ بات روشن ہوتی ہے کہ ماں باپ کے حقوق کی جو ذمہ داری خدا کی جانب سے اولاد پر فرض ہوئی ہے بہت زیادہ ہے اگر انسان پوری زندگی پوری توانائی کے ساتھ بھی ادا کرنا چاہے پھر بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ بارگاہِ خداوندی میں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے طلب توفیق کے ساتھ ساتھ خدا سے عفو وبخشش کی دعا کرے کیونکہ اس کی ادائیگی ممکن نہیں۔)

حوالہ جات

(۱) کنزالعمال ۴۵۴۳۹، مستدرک الوسائل، ۱۵ ص ۱۸۱

(۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۱ / شگوفہ ھای سخن، سید علی لواسانی در باب والدین ص ۱۰۹

(۳) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲ / نہج الفصاحہ: ج ۲ والدین، ص ۱۰۲۱

(۴) سنن ابن ماجہ: ج ۲ ص ۱۲۷۱

(۵) اصول کافی: ج ۲ ص ۳۴۸

(۶) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲ / گنجینہ جواہر: ص ۱۷۰

(۷) نہج الفصاحہ: ص ۵۹۷

(۸) روضہ المتقین: باب برالوالدین

(۹) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲، نہج الفصاحہ، ج ۳ ص ۱۸۱

(۱۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۵، ص ۱۸۱ / شگوفہ ھای سخن در باب والدین: ص ۱۰۹، سید علی لواسانی

(۱۳) روضۃ المتقین باب 'برالوالدین'

(۱۴) میزان الحکمۃ، ج ۱۴ ص ۷۰۹۶

(۱۵) کنزالعمال: ۱۴۵۶۹

(۱۶) میزان الحکمہ: الوالد والوالدۃ، ج ۱۴ ص ۷۰۹۶

(۱۷) سفینۃ البحار: ج ۸ ص ۵۸۷

(۱۸) سفینۃ البحار: ج ۸ ص ۵۸۶

(۱۹) مجموعہ ورام: ۱۲، ۱ جزء اول ص ۱

(۲۰) بحارالانوار: ج ۸۷ ص ۹۵ باب ۱

(۲۱) بحارالانوار: ج ۸۲ ص ۳۴ باب ۲۳

(۲۲) بحارالانوار: ج ۸۹ ص ۲۴۹ باب ۲۹

(۲۳) اصول کافی: ج ۲ ص ۱۵۹

(۲۴) نہج الفصاحہ: ج ۲ ص ۶۳۹۶

(۲۵) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۰ ح ۲ / نہج الفصاحۃ: ج ۲ ص ۶۳۹۷

(۲۶) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۰

(۲۷) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۱ / وسائل الشیعہ: ج ۱۵ ص ۲۰۸

(۲۸) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲

(۲۹) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲

(۳۰) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۲

(۳۱) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۸۳ / کنزالعمال: ۱۱۷۶۰

(۳۲) مستدرک الوسائل: ج ۱۵ ص ۱۷۹ / بحارالانوار، ص ۷۴ ص ۸۲

(۳۳) اصول کافی: ج ۲ ص ۱۶۳، باب البرالوالدین

(۳۴) سفینۃ البحار: ج ۸ ص ۵۸۷ / بحارالانوار: ج ۸۴ ص ۶

(۳۵) بصائرالدرجات: ۲۴۳، ۳

(۳۶) بحارالانوار: ج ۶ ص ۷۴۳

(۳۷) سفینۃ البحار: ج ۸ ص ۵۸۷

(۳۸) کنزالعمال: ۴۵۹۳۷

(۳۹) مستدرک الوسائل: ج ۷ ص ۲۲۳

(۴۰) بحارالانوار: ص ۱۷۱

ماں

موت کی آغوش میں جب تھک کے سوجاتی ہے ماں
تب کہیں جاکر رضاؔ تھوڑا سکوں پاتی ہے ماں

فکر میں بچوں کی کچھ اس طرح گھل جاتی ہے ماں
نوجواں ہوتے ہوئے بوڑھی نظر آتی ہے ماں

روح کے رشتوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھئے
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور چلاتی ہے ماں

بھوکا سونے ہی نہیں دیتی یتیموں کو کبھی
جانے کس کس سے، کہاں سے مانگ کر لاتی ہے ماں

زندگی کی سسکیاں سن کر، ہوس کے شہر سے
بھوکے بچوں کو غذا، اپنا کفن لاتی ہے ماں

ہڈیوں کا رس پلاکر اپنے دل کے چین کو
کتنی ہی راتوں میں خالی پیٹ سوجاتی ہے ماں

اوڑھتی ہے حسرتوں کا خود تو بوسیدہ کفن
چاہتوں کا پیرہن بچے کو پہناتی ہے ماں

دشتِ غربت میں تیمم کرکے خاکِ صبر پر
زندگی کی لاش کو زخموں سے کفناتی ہے ماں

بھوک سے مجبور ہوکر میہماں کے سامنے
مانگتے ہیں بچے جب روٹی، تو شرماتی ہے ماں

جب کھلونے کو مچلتا ہے کوئی غربت کا پھول
آنسوؤں کے ساز پر بچے کو بہلاتی ہے ماں

مار دیتی ہے طمانچہ گر کبھی جذبات میں
چومتی ہے لب کبھی گالوں کو سہلاتی ہے ماں

مفلسی بچے کی ضد پر جب اٹھالیتی ہے ہاتھ
جیسے مجرم ہو کوئی، اس طرح پچھتاتی ہے ماں

کہہ تو دیتی ہے، یہاں سے دور ہوجا، مرکہیں
دوپہر کے بعد دروازے پہ آجاتی ہے ماں

غمزدہ بچہ نظر آیا تو خود ہی دوڑ کر
ڈال کر باہنیں گلے میں گھر میں لے آتی ہے ماں

بھیجتی ہے گھر سے جب اسکول پہنا کر ڈریس
اپنے ہی بچپن کی کچھ یادوں میں کچھ کھوجاتی ہے ماں

آنسوؤں کی شکل میں جلتے ہیں یادوں کے چراغ
ایک ماں کو آج خود اپنی ہی یاد آتی ہے ماں

کھیت پر بیٹے کو روٹی دینے، گھر سے ننگے پاؤں
ٹیڑھے میڑھے راستوں پہ چل کے خود آتی ہے ماں

چھوڑ کر ہل بیل، دھو کے ہاتھ، چھو کے ماں کے پیر
روٹی جب کھاتا ہے بیٹا، پنکھا لہراتی ہے ماں

شام کو بیل آئیں گے بھوکے، تو ان کے واسطے
سر پہ رکھے چارے کی گٹھری پلٹ آتی ہے ماں
کر کے سانی اور جلا کے گھر میں مٹی کا دیا
سامنے حقہ رکھے بیٹھی نظر آتی ہے ماں
خود بخود روٹھے ہوئے بچوں کو آجاتا ہے پیار
کس حسیں انداز سے بچے کو دھمکاتی ہے ماں
دل کے سارے زخم بھر جاتے ہیں جب تنہائی میں
انگلیاں بالوں میں کر کے سر کو سہلاتی ہے ماں
کر دیا مشکل سے مشکل مرحلہ لمحوں میں حل
زندگی کی گتھیاں کچھ ایسے سلجھاتی ہے ماں
جن کو فرصت ہی نہیں ان کی خوشی کے واسطے
زندگی میں جانے کتنی بار مرجاتی ہے ماں
نو مہینے پیٹ میں رکھ کر، پلا کے خونِ دل
اک وجود معتبر دنیا کو دے جاتی ہے ماں
آپریشن کے ذریعہ دے کے بچے کو حیات
زندگی بھر کے لئے بیمار ہوجاتی ہے ماں
کیا اتارے گا کوئی بدلا ترے احسان کا
اپنے بچے کے لئے پیٹ اپنا چرواتی ہے ماں
دے کے گھٹی میں مئے جب علیؑ، عشقِ حسینؑ
ہر زمانے کے لئے مختار دے جاتی ہے ماں

مارتا ہے سر پہ جوتا جو یزیدِ وقت کے
منتظرؔ جیسا مجاہد ہم کو دے جاتی ہے ماں
مانگتی ہی کچھ نہیں اپنے لئے اللہ سے
اپنے بچوں کے لئے ہاتھ اپنا پھیلاتی ہے ماں
دے کے اک بیمار بچے کو دعائیں اور دوا
پائینتی ہی رکھ کے سر پیروں پہ سوجاتی ہے ماں
برف جیسی سرد راتوں میں کبھی ایسا ہوا
بچہ ہے سینے پہ خود گیلے میں سو جاتی ہے ماں
میرے بچے کی کسی صورت بچالے زندگی!
ڈاکٹر سے کہہ کے یہ پیروں پہ گرجاتی ہے ماں
زندگی بچے کی اے مولا حوالے ہے ترے
چوم کر چوکھٹ عزاخانے کی چلاتی ہے ماں
صدقۂ شبیرؑ میں بچہ جو پاتا ہے شفا
دے کے نذر پنجتن بچوں میں بٹواتی ہے ماں
ہونے ہی دیتی نہیں اولاد کو احساس غم
ہنستے ہنستے ایک اک آنسو کو پی جاتی ہے ماں
اس کو اک مخصوص علمِ غیب دیتا ہے خدا
دیکھ کر بچے کا چہرہ سب سمجھ جاتی ہے ماں
بجھنے دیتی ہی نہیں ہے آرزوؤں کے چراغ
شمع کے مانند خود جل جل کے مرجاتی ہے ماں

ایسے ایسے امتحاں خود موت چیخ اٹھے جہاں
مسکرا کر ایسی منزل سے گذرجاتی ہے ماں
بے بسی شوہر کی، بچوں کی ضدیں، رسم و رواج
زندگی کے کتنے طوفانوں سے ٹکراتی ہے ماں
اک طرف شوہر کی غربت، اک طرف بچوں کی ضد
لے کے اک طوفان میلے سے گذرجاتی ہے ماں
دل پکڑ لیتی ہے، بچے اور کھلونے دیکھ کر
بعد شادی کے جو بیچاری نہ بن پاتی ہے ماں
اپنی محبوبہ کی خاطر جو نکالے ماں کا دل
اس کے حق میں بھی دعائے خیر فرماتی ہے ماں
کھا کے ٹھوکر جب گرا، آئی اسی دل سے صدا
تجھ کو سینے سے لگانے کے لئے آتی ہے ماں
اپنا ہی سایہ سمٹ جاتا ہے جب وقتِ زوال
ابرِ رحمت بن کے میرے سر پہ چھا جاتی ہے ماں
عمر بھر روتے ہیں وہ ماں کی زیارت کے لئے
جن کے آتے ہی جہاں سے خود چلی جاتی ہے ماں
زندگی ان کی بھٹکتی روح کے مانند ہے
ان کو ہر آنسو کے قطرہ میں نظر آتی ہے ماں
عمر بھر ان کو سکونِ دل کہیں ملتا نہیں
دیکھ کر اوروں کی مائیں ان کو یاد آتی ہے ماں

بیٹھتا ہوں رکھ کے سر گھٹنوں میں جب بھی میں اداس
سر پہ ممتا کا کئے سایہ نظر آتی ہے ماں
بھیگی آنکھوں سے پڑھو تو دل کو آتا ہے سکوں
کیا عجب ممتا کی اک تاریخ دے جاتی ہے ماں
ہنستا ہی رہتا ہے بچوں کا گلستانِ مراد
نعمتوں کے پھول ہر موسم کو دے جاتی ہے ماں
گرمی اور سردی سے بچوں کو بچانے کے لئے
چاند بنتی ہے کبھی خورشید بن جاتی ہے ماں
خالی رہتا ہی نہیں بچوں کا دامانِ مراد
جتنی آجائیں دعائیں اتنی بھر جاتی ہیں ماں
زندگی کا لمحہ لمحہ جس میں آتا ہے نظر
اپنی قربانی کا وہ آئینہ دے جاتی ہے ماں
جو زباں پر بھی نہ آئے دل میں گھٹ کر رہ گئے
ایسے کچھ ارمان اپنے ساتھ لے جاتی ہے ماں
زندگی بھر بینتی ہے خار راہ زیست سے
جو نہ مرجھائیں کبھی وہ پھول دے جاتی ہے ماں
آبرو کے ساتھ کیسے پالے جاتے ہیں یتیم
خود غرض وحشی امیروں کو یہ بتلاتی ہے ماں
جب کوئی تقریب گھر میں ہوتی ہے ماں کے بغیر
آنسوؤں کی پالکی میں بیٹھ کر آتی ہے ماں

خاندانی عظمتوں کا جن سے ہوتا ہے ظہور
زندگی کے وہ عظیم آداب سکھلاتی ہے ماں
جو بنا نبضیں چھوئے دل کا بتا دیتی ہے حال
وہ طبیب و عامل و عارف نظر آتی ہے ماں
خون سے اپنے منور کرکے راہ انقلاب
ظلمتوں میں نور کی تنویر پھیلاتی ہے ماں
صفحۂ ہستی پہ لکھتی ہے اصول زندگی
مکتب خیرالبشر تب ہی تو کہلاتی ہے ماں
واجب التعظیم ہے بعد ائمہ اور رسولؐ
عظمتوں میں ثانی قرآن کہلاتی ہے ماں
اپنے پاکیزہ لہو سے غسل دے کے قلب کو
دھڑکنوں پر کلمۂ توحید لکھ جاتی ہے ماں
ہر عبادت ہر محبت میں چھپی ہے اک غرض
بے غرض بے لوث ہر خدمت بجا لاتی ہے ماں
انقلاب وقت کی رگ رگ میں بھر کے خونِ دل
ایک زندہ قوم کی تاریخ بن جاتی ہے ماں
اب کبھی تاریخ اس کو بھول سکتی ہی نہیں
سرخیٔ افسانۂ ایثار بن جاتی ہے ماں
گلشن ہستی میں جانے روز کتنی مرتبہ
پھول کے مانند کھلتی اور مرجھاتی ہے ماں

گود کے پالوں کو اپنی سرحدوں پر بھیج کر
زندگی اپنے وطن کے نام کرجاتی ہے ماں
بھول جاتے ہیں شہیدوں کو جو یہ کرسی نشیں
ایک دن فٹ پاتھ پہ فاقوں سے مر جاتی ہے ماں
یا کبھی سرکار کرتی ہے شہیدوں پر کرم
قیمت اپنے لال کی اک تمغہ پاجاتی ہے ماں
آتی ہے لبیک کی بابِ اجابت سے صدا
جب دعا کے واسطے ہاتھ اپنے پھیلاتی ہے ماں
ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہو تو اپنے لال کو
رکھ کے اک صندوق میں دریا کو سونپ آتی ہے ماں
بھوک جب بچوں کی آنکھوں سے اڑا دیتی ہے نیند
رات بھر قصے کہانی کہہ کے بہلاتی ہے ماں
ایسا بھی ہوتا ہے بچہ بوجھ لگتا ہے اسے
مغربی فیشن کے جب سانچے میں ڈھل جاتی ہے ماں
بچہ آیا کو دیا اور خود کلب کو چل پڑی
ہوگیا بیٹا جب آوارہ تو پچھتاتی ہے ماں
نوکروں کی گودیوں میں پرورش جن کی ہوئی
ایسے بچوں کی محبت کو ترس جاتی ہے ماں
دوسری ماؤں کے بیٹے قتل ہوں تو غم نہیں
اپنا بیٹا جیل بھی جائے تو چلاتی ہے ماں

تھام کر بیٹے کی انگلی عزم و استقلال سے
باپ کے نقشِ قدم سے آگے لے جاتی ہے ماں

غیر ملکی ہو کے بھی بھارت کی عزت کے لئے
گود میں رکھے ہوئے منصب کو ٹھکراتی ہے ماں

اپنے بیٹے کو جو دیتی ہے فسادی تربیت
دامنِ تاریخ پر وہ داغ بن جاتی ہے ماں

اونٹ پر بیٹھی ہوئی بچوں کا پیتی ہے لہو
ہم کو اک تاریخ میں ایسی نظر آتی ہے ماں

نفس پر شیطان غالب ہو تو حق کو چھوڑ کر
بھائی سے بھائی کو لڑوا کر سکوں پاتی ہے ماں

حالانکہ اپنا کوئی بچہ ٹریسا کا نہ تھا
وہ عمل اس نے کیا لاکھوں کی کہلاتی ہے ماں

ہوگیا مشہور اس کا نام ہی آخر مدر
خدمتیں کر کے زمانے بھر کی بن جاتی ہے ماں

کم سے کم فاقوں سے تو بچے کو مل جائے نجات
جا کے خود بازار میں بچے کو بیچ آتی ہے ماں

قاتلِ انسانیت شمر و یزید و حرملہ
پیدا کر کے ایسے شیطانوں کو پچھتاتی ہے ماں

پہلا دہشت گرد ہو قابیل یا اس دور کے
نام سن کے ایسے بدبختوں کے شرماتی ہے ماں

جس کے ٹکڑوں پر پلے اہل مدینہ مدتوں
اس کی بیٹی کو ہر اک فاقہ پہ یاد آتی ہے ماں

مرتبہ ماں کا ہے کیا پیش خدا سب دیکھ لیں
اس لئے فردوس سے پوشاک منگواتی ہے ماں

کھا کے ٹھوکر جب کبھی آغوش کا پالا گرا
یا علیؑ مولا مدد کہتی ہوئی آتی ہے ماں

جانے کیسا ربط ہے ماں اور علیؑ کے درمیاں
یا علیؑ بچہ پکارے اور آجاتی ہے ماں

در نیا دیوار میں بنتا ہے استقبال کو
خانۂ کعبہ کے جب نزدیک آجاتی ہے ماں

حال دل جا کر سنا دیتا ہے معصومہ کو وہ
جب کسی بچے کو اپنی قم میں یاد آتی ہے ماں

جب لپٹ کے روضہ کی جالی سے روتا ہے کوئی
ایسا لگتا ہے کہ جیسے سر کو سہلاتی ہے ماں

زندگانی کے سفر میں، گردشوں کی دھوپ میں
جب کوئی سایہ نہیں ملتا تو یاد آتی ہے ماں

جب پریشانی میں گھر سے جاتے ہیں پردیس میں
یاد آتا ہے خدا یا یاد بس آتی ہے ماں

سب کی نظریں جیب پر ہیں، اک نظر ہے پیٹ پر
دیکھ کر صورت کو حالِ دل سمجھ جاتی ہے ماں

باپ اور بچوں میں ہوجاتا ہے جب بھی اختلاف
کس طرف جائے عجب الجھن میں پڑ جاتی ہے ماں
گھر کے آنگن میں جو ہو جاتی ہیں دیواریں کھڑی
کتنے ہی حصوں میں صد افسوس بٹ جاتی ہے ماں
جن کو پالا تھا پرائے گھر پکا کر روٹیاں
اف انہیں بچوں پہ اک دن بوجھ بن جاتی ہے ماں
ڈگریاں دلوائیں جن کو اپنے ارماں بیچ کر
اب انہیں کی بیویوں کی جھڑکیاں کھاتی ہے ماں
جب سنائی دیتا ہے اونچا، نظر آتا ہے کم
یاس وحسرت کی عجب تصویر بن جاتی ہے ماں
سب کو دیتی ہے سکوں اور خود غموں کی دھوپ میں
رفتہ رفتہ برف کی صورت پگھل جاتی ہے ماں
کرہی دیتا ہے بڑھاپا گھر کے کونے میں اسیر
قید میں تنہائی کی آخر گذر جاتی ہے ماں
زندگی میں قدر جو ماں باپ کی کرتے نہیں
عمر بھر ایسے خطا کاروں کو تڑپاتی ہے ماں
چاہے ہم خوشیوں میں ماں کو بھول جائیں، دوستو!
جب مصیبت سر پہ پڑتی ہے تو یاد آتی ہے ماں
گھیر لے چاروں طرف سے جب مصائب کا ہجوم
باپ کے ہوتے ہوئے بھی ہم کو یاد آتی ہے ماں

جب بھی آتا ہے کوئی درپیش مشکل مرحلہ
اس کے حل کے واسطے بیٹی کو یاد آتی ہے ماں
ملک کے دشمن سیاسی بھیڑیئے فرقہ پرست
جب کسی ریلی میں آتے ہیں تو گھبراتی ہے ماں
شہر میں بلوائی کردیتے ہیں جب برپا فساد
جب تلک بچہ نہ گھر آجائے تھراتی ہے ماں
حلق میں اٹکا نوالہ آگئی بیٹے کی یاد
چھوڑ کر کھانا اچانک بھوکی اٹھ جاتی ہے ماں
بہتا ہے سڑکوں کے اوپر بے گناہوں کا لہو
گولیوں کی سن کے آوازیں لرز جاتی ہے ماں
کھاکے گولی مرگیا بیٹا تو پھر سرکار سے
زندگی بھر کا صلہ اک چیک میں پاتی ہے ماں
یاد آجاتے ہیں بچے آگ میں جلتے ہوئے
جب کوئی گجرات کہتا ہے تڑپ جاتی ہے ماں
قاتلوں کے حق میں جب کرتا ہے منصف فیصلہ
دیکھ کر سوئے فلک حسرت سے رہ جاتی ہے ماں
توڑ کر مذہب کی دیواروں کو ملتی ہے گلے
حالِ غم اپنا کسی ماں سے جو دوہراتی ہے ماں
ایک اک حملہ سے بچے کو بچانے کے لئے
ڈھال بنتی ہے کبھی تلوار بن جاتی ہے ماں

سامنے بچوں کے خوش رہتی ہے ہر اک حال میں
رات کو چھپ چھپ کے لیکن اشک برساتی ہے ماں
پہلے بچوں کو کھلاتی ہے سکون و چین سے
بعد میں جو کچھ بچے وہ شوق سے کھاتی ہے ماں
باتیں کرتی ہے جو بچے کو لٹا کر گود میں
پھول سے جھڑتے ہیں منہ سے ایسے تتلاتی ہے ماں
جھانکتا ہے ہو کے خوش بچہ ادھر گاہے اُدھر
اوٹ میں کولے کی جب 'تا' کہہ کے چھپ جاتی ہے ماں
زلزلہ تبدیل کردے گھر جو قبرستان میں
جان بچے کی بچاکر خود چلی جاتی ہے ماں
زخمی انگلی سے پلاکر اپنے بچے کو لہو
زندہ رہ جاتا ہے بچہ اور مرجاتی ہے ماں
فکر کے شمشان میں آخر چتاؤں کی طرح
جیسے سوکھی لکڑیاں اس طرح جل جاتی ہے ماں
جانے انجانے میں ہوجائے جو بچے سے قصور
ایک انجانی سزا کے ڈر سے تھراتی ہے ماں
کب ضرورت ہو مرے بچے کو اتنا سوچ کر
جاگتی رہتی ہے ممتا اور سوجاتی ہے ماں
جب کھلونے کو مچلتا ہے کوئی غربت کا پھول
آنسوؤں کے ساز پر بچے کو بہلاتی ہے ماں

اپنے سینے پر رکھے ہے کائناتِ زندگی
یہ زمیں اس واسطے اے دوست کہلاتی ہے ماں
آبرو وحشی درندوں سے بچانے کے لئے
زہر بچوں کو کھلا کے خود بھی مرجاتی ہے ماں
جب دیا کی بھیک کی امید بھی جاتی رہے
اپنے شوہر کی چتا کے ساتھ جل جاتی ہے ماں
جز خدا اس درد کو کوئی سمجھ سکتا نہیں
کس لئے آخر پتی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے ماں
فلسفی حیران رہ جاتے ہیں دانشور خموش
ایسی ایسی گتھیاں لمحوں میں سلجھاتی ہے ماں
''صبح درزی لائے گا کپڑے تمہارے واسطے''
عید کی شب بچوں کو یہ کہہ کے بہلاتی ہے ماں
بعد غربت زندگی میں عیش و عشرت جب ملے
بھوک کے مارے ہوئے بچوں کو یاد آتی ہے ماں
کوئی اس بچہ سے پوچھے کیا ہے شادی کا مزہ
بیاہ کی تاریخ رکھ کے جس کی مرجاتی ہے ماں
گھر میں جب کوئی خوشی ہو روشنی کی شکل میں
چھوڑ کر آنکھیں ہتھیلی میں اتر آتی ہے ماں
دل مچلتا ہے جو اس کی یاد میں حد سے سوا
جیسے بچے کو کھلونا ایسے یاد آتی ہے ماں

بیٹھ کر ڈولی میں بیٹی تو چلی سسرال کو
دیکھ کر گھر کے در و دیوار رہ جاتی ہے ماں

گھر سے جب پردیس کو جاتا ہے گودی کا پلا
ہاتھ میں قرآں لئے آنگن میں آجاتی ہے ماں

دے کے بچے کو ضمانت میں رضائے پاک کی
پیچھے پیچھے سر جھکائے دور تک آتی ہے ماں

کانپتی آواز سے کہتی ہے بیٹا الوداع
سامنا جب تک رہے ہاتھوں کو لہراتی ہے ماں

رسنے لگتا ہے پرانے زخم سے تازہ لہو
حسرت و ماضی کی اک تصویر بن جاتی ہے ماں

دور ہوجاتا ہے آنکھوں سے یہ جب نورِ نظر
دل کو ہاتھوں سے سنبھالے گھر میں آجاتی ہے ماں

دوسرے ہی روز سے رہتی ہے خط کی منتظر
در پہ آہٹ ہو ہوا سے بھی تو آجاتی ہے ماں

ہم بلاؤں میں کہیں گھر جائیں تو بے اختیار
خیر ہو بچے کی یا اللہ چلاتی ہے ماں

مشغلہ کھانے کا پیش آتا ہے جب پردیس میں
خود بنانا پڑتا ہے تو اور یاد آتی ہے

جب پریشانی میں گھر جاتے ہیں ہم پردیس میں
خواب میں دینے تسلی ہم کو آجاتی ہے ماں

لوٹ کر واپس سفر سے گھر میں جب آتے ہیں ہم
ڈال کر بانہیں گلے میں سر کو سہلاتی ہے ماں

ایسا لگتا ہے کہ جیسے آگئے جنت میں ہم
بھینچ کر بانہوں میں جب سینہ سے لپٹاتی ہے ماں

دیر ہوجاتی ہے گھر آنے میں اکثر جب ہمیں
ریت پر مچھلی ہو جیسے ایسے گھبراتی ہے ماں

مرتے دم بچے نہ آئے گھر اگر پردیس سے
اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پہ رکھ جاتی ہے ماں

عمر بھر رکھے رہی سرپر ضرورت کا پہاڑ
تھک گئیں سانسیں تو اب آرام فرماتی ہے ماں

درد، آہیں، سسکیاں، آنسو، جدائی، انتظار
زندگی میں اور کیا اولاد سے پاتی ہے ماں

عالم غربت میں ماتھے کا پسینہ پوچھنے
موت کے آنے سے پہلے خود چلی آتی ہے ماں

جب پرندے لوٹ کے جاتے ہیں گھر سورج ڈھلے
جیسے پردیسی کو گھر اس طرح یاد آتی ہے ماں

سایۂ شفقت، سکونِ دل، لباسِ زندگی
عالم غربت میں بھی بچوں کو دے جاتی ہے ماں

یوں ٹپکتی ہیں درودیور سے ویرانیاں
جیسے ساری رونقیں ہمراہ لے جاتی ہے ماں

زندگی کا لمحہ لمحہ جس میں آتا ہے نظر
جاتے جاتے غم کا وہ آئینہ دے جاتی ہے ماں

موسموں کی قید سے آزاد یادوں کے گلاب
جو نہ مرجھائیں کبھی بچوں کو دے جاتی ہے ماں

جب بھی تنہائی میں آتا ہے مجھے ماں کا خیال
اشک غم بن کر مری آنکھوں میں آجاتی ہے ماں

جب بھی دونوں وقت ملتے ہیں تو دل پکڑے ہوئے
یاد میں بچھڑے ہوئے بچوں کی کھو جاتی ہے ماں

ہاتھ اٹھا کر جب بھی میں کہتا ہوں رب ارحم ھما
آیت قرآن میں مجھ کو نظر آتی ہے ماں

پیار کہتے ہیں کسے اور مامتا کیا چیز ہے
کوئی ان بچوں سے پوچھے جن کی مرجاتی ہے ماں

شکریہ ہو ہی نہیں سکتا کبھی اس کا ادا
مرتے مرتے بھی دعا جینے کی دے جاتی ہے ماں

بعد مرجانے کے پھر بیٹے کی خدمت کے لئے
بھیس بیٹی کا بدل کے گھر میں آجاتی ہے ماں

جب جواں بیٹی ہو گھر میں اور کوئی رشتہ نہ ہو
روز اک احساس کی سولی پہ چڑھ جاتی ہے ماں

عمر کا سورج ڈھلا شادی نہ بیٹی کی ہوئی
قبر میں یہ داغ اپنے ساتھ لے جاتی ہے ماں

مل گیا تقدیر سے رشتہ جو بیٹی کے لئے
اس خوشی میں جانے کتنے اشک برساتی ہے ماں

لینے آتے ہیں جو مولانا اجازت عقد کی
گھر میں جاتی ہے کبھی آنگن میں آجاتی ہے ماں

پونچھ کر آنسو دوپٹہ سے چھپاکر دردِ حال
لے کے اک طوفان بیٹی کے قریب آتی ہے ماں

شور ہوتا ہے مبارک باد کا جب ہر طرف
بے تحاشہ شکر کے سجدے میں گرجاتی ہے ماں

بازوؤں میں کھینچ کے آجائے گی جیسے کائنات
ایسے دلہن کے لئے بانہوں کو پھیلاتی ہے ماں

چوم کر سر اور کبھی ماتھا کبھی دے کر دعا
کچھ اصول زندگی بیٹی کو سمجھاتی ہے ماں

ہوتے ہی بیٹی سے رخصت مامتا کے جوش میں
اپنی بیٹی کی سہیلی سے لپٹ جاتی ہے ماں

دور ہوجاتی ہے ساری عمر کی اس دن تھکن
بیاہ کر بیٹے کی جب گھر میں بہو لاتی ہے ماں

رستے رستے بنتا ہے ناسور جب زخم جہیز
مار دی جاتی ہے یا تنگ آکے مرجاتی ہے ماں

کرکے شادی دوسری ہوجائے جو شوہر الگ
خوں کی اک اک بوند بچوں کو پلاجاتی ہے ماں

ماں کے مرتے ہی جو ابّا دوسری شادی کریں
ظلم پر سوتیلی ماں کے اور یاد آتی ہے ماں

چھین لے شوہر جو بچے، دے کے بیوی کو طلاق
اک بھکاری بن کے تنہا گھر میں رہ جاتی ہے ماں

ہاں کوئی سوتیلی ماں گر خادمہ خود کو کہے
ہر عمل میں اس کے بچوں کو نظر آتی ہے ماں

عمر بھر دیتی ہے بچوں کو غلامی کا سبق
اپنے بچوں کو وفا کے نام کر جاتی ہے ماں

روح میں پیوست کرتی ہے اطاعت اور وفا
بازوؤں پر زینبؑ و شبیرؑ لکھ جاتی ہے ماں

جب تلک یہ ہاتھ ہیں ہمشیر بے پردہ نہ ہو
اک بہادر با وفا بیٹے سے فرماتی ہے ماں

کربلا سے جب سنانی لے کے آتا ہے بشیر
دونوں ہاتھوں سے کمر تھامے ہوئے آتی ہے ماں

چار بیٹوں کی شہادت کی خبر جس دم سنی
اپنے پاکیزہ لہو پر فخر فرماتی ہے ماں

آپ کی عظمت پہ ہوں لاکھوں سلام ام البنین
آپ کے کردار کو خوش ہو کے اپناتی ہے ماں

ایک ہی گھر ہے کنیزوں نے جہاں پایا شرف
خادمہ ہوتے ہوئے بھی فضہؑ کہلاتی ہے ماں

سال بھر میں یا کبھی ہفتہ میں جمعرات کو
زندگی بھر کا صلہ اک فاتحہ پاتی ہے ماں

ظلم اور دہشت سے جو دیتی ہے نفرت کا سبق
وہ غمِ شہؑ کی امانت دار کہلاتی ہے ماں

ختم ہوتا ہی نہیں دل سے غمِ کرب و بلا
غم کی ایسی مستقل جاگیر دے جاتی ہے ماں

جو عطا کرتی ہے بچوں کو شعورِ انقلاب
وہ کتابِ کربلا ہر روز دہراتی ہے ماں

زندگی دشوار کر دیتا ہے جب ظالم سماج
زہر بچوں کو پلاکر خود بھی مرجاتی ہے ماں

خوش رہے بیٹا مرا ہر حال میں یہ سوچ کر
اچھی سے اچھی بہو خود ڈھونڈ کر لاتی ہے ماں

پھیر لیتے ہیں نظر جس وقت بیٹے اور بہو
اجنبی اپنے ہی گھر میں ہائے بن جاتی ہے ماں

ہم نے یہ بھی تو نہیں سوچا الگ ہونے کے بعد
جب دیا ہی کچھ نہیں ہم نے تو کیا کھاتی ہے ماں

کر کے شادی چھوڑ کے گھر جو رہے سسرال میں
اپنے اس بیٹے کی صورت کو ترس جاتی ہے ماں

جتنا ساری عمر میں دیتے ہیں ہم اس سے سوا
خود ہماری زندگی کا صدقہ دے جاتی ہے ماں

ضبط تو دیکھو کہ اتنی بے رخی کے باوجود
بددعا بیٹے کو دیتی ہے نہ پچھتاتی ہے ماں
بیٹا کتنا ہی برا ہو پر پڑوسن کے حضور
روک کے جذبات پھر بیٹے کے گن گاتی ہے ماں
اللہ اللہ بھول کر ہر اک ستم کو رات دن
پوتی پوتوں سے شکستہ دل کو بہلاتی ہے ماں
باوفا خدمت گذار آجائے جو گھر میں دلہن
سارا گھر اس کے حوالے کرسکوں پاتی ہے ماں
نیک دل دلہن بھی ہے اک نعمت پروردگار
شکر کا ہر روز اک سجدہ بجالاتی ہے ماں
زندگی ایسا تماشہ بھی دکھاتی ہے کبھی
گھر میں آتے ہی بہو کے خود چلی جاتی ہے ماں
شادیاں کر کرکے بچے جا بسے پردیس میں
دل خطوں سے اورتصویروں سے بہلاتی ہے ماں
اپنے پہلو میں لٹاکر روز طوطے کی طرح
ایک بارہ پانچ چودہ ہم کو رٹواتی ہے ماں
پوچھتے ہیں قبر میں آکر وہی منکر نکیر
گود کے پالے کو جو بچپن میں رٹواتی ہے ماں
اپنی اک انگلی اٹھاکر عرشِ اعظم کی طرف
ایک ہے اللہ یہ بچے کو بتلاتی ہے ماں

دل پہ رکھ کر ہاتھ کہتی ہے یہاں پر ہیں علیؑ
بعد میں اسمائے معصومینؑ رٹواتی ہے ماں
حجت قائمؑ کا نام آتے ہی رکھ کے سر پہ ہاتھ
اپنے بچے سے درودِ پاک پڑھواتی ہے ماں
چوم کر چوکھٹ عزاخانے کی کہہ کر یا حسینؑ
بارگاہِ عشق کے آداب سکھلاتی ہے ماں
جب تبرک کے لئے ہوپائے نہ کچھ بھی نصیب
نام پر شبیرؑ کے بچے کو بکواتی ہے ماں
عمر بھر غافل نہ ہونا ماتم شبیرؑ سے
رات دن اپنے عمل سے ہم کو سمجھاتی ہے ماں
دوڑکر بچے لپٹ جاتے ہیں اس رومال سے
لے کے مجلس سے تبرک گھر میں جب آتی ہے ماں
جاتے جاتے بھی عزاداریٔ شاہِؑ کربلا
جو ملی زینبؑ سے وہ میراث دے جاتی ہے ماں
سب سے پہلے جان دینا فاطمہؑ کے لال پر
رات بھر عونؑ و محمدؑ کو یہ سمجھاتی ہے ماں
فاطمہؑ کے لال پر قربان کرنے کے لئے
باندھ کر سر پر کفن قاسمؑ کو لے آتی ہے ماں
انگلیاں بچوں کی تھامے اپنے بھائی کے حضور
بہر قربانی جگر پاروں کو لے آتی ہے ماں

دوپہر میں اپنا جو سب کچھ لٹا دے دین پر
وہ بہادر شیر دل قوموں کی کہلاتی ہے ماں
فرض جب آواز دیتا ہے تو آنسو پونچھ کر
چھوڑ کر لاشے سرِ دربار آجاتی ہے ماں
ظلم کا سورج جلائے جب شریعت کے گلاب
سایہ کرنے دین پر اپنی ردا آتی ہے ماں
جب رسن بستہ گزرتی ہے کبھی بازار سے
ایک آوارہ وطن بیٹی کو یاد آتی ہے ماں
اپنے خطبوں سے جگا کر قوم کا مردہ ضمیر
موت بن کے قاتلوں کے سر پہ چھاجاتی ہے ماں
غربت سبط پیمبرؐ جب نہ دیکھی جاسکی
وہب کلبیؑ کو سرِ میدان لے آتی ہے ماں
خون میں ڈوبے ہوئے آتے ہیں جب سہرے کے پھول
ایک اک ٹکڑے کو اپنے دل سے لپٹاتی ہے ماں
لاش قاسمؑ پر کہا زندہ رہی تو آؤں گی
اب تو سوئے شام دلہن کو لئے جاتی ہے ماں
یاد آتا ہے شب عاشور کا کڑیل جواں
جب کبھی الجھی ہوئی زلفوں کو سلجھاتی ہے ماں
دوڑتا ہے باپ سن کر رن کو بیٹے کی صدا
تھام کر اپنا کلیجہ گھر میں رہ جاتی ہے ماں

کس نے توڑی ہے دل قرآن ناطق میں سناں
زخمِ نیزہ دیکھ کر سینہ پہ چلاتی ہے ماں
لاشِ اکبرؑ پر جوانی پڑھ رہی ہے مرثیہ
شکر کا سجدہ اس عالم میں بجالاتی ہے ماں
قاصد صغرٰاؑ کھڑا ہے کچھ تو دو بیٹا جواب
رکھ کے منھ پہ منھ علی اکبرؑ کے چلاتی ہے ماں
اللہ اللہ اتحاد صبرِ لیلیٰ اور حسینؑ
باپ نے کھینچی سناں، سینہ کو سہلاتی ہے ماں
سامنے آنکھوں کے نکلے جب جواں بیٹے کا دم
زندگی بھر سر کو دیواروں سے ٹکراتی ہے ماں
دل سے جاتی ہی نہیں ہے صبح عاشورا کی یاد
جب اذاں سنتی ہے ہائے کہہ کے رہ جاتی ہے ماں
مسجدوں میں نوجواں آتے ہیں جب سن کر اذاں
ان کو دینے کو دعائیں ہاتھ پھیلاتی ہے ماں
کیا مرا اکبرؑ مدینہ میں پلٹ کر آگیا
سن کے آواز اذاں چوکھٹ پہ آجاتی ہے ماں
یہ بتا سکتی ہیں بس ہم کو ربابِؑ خستہ تن
کس طرح بن دودھ کے بچے کو بہلاتی ہے ماں
بھیج کر تیروں میں بچے کو سکونِ قلب سے
پھر شہادت کے لئے دامن کو پھیلاتی ہے ماں

تیر کھا کر مسکراتا ہے جو رن میں بے زباں
مرحبا صد مرحبا کہتی نظر آتی ہے ماں
بیکسی ایسی کہ گھر میں بوند بھر پانی نہیں
آنسوؤں پر فاتحہ بچے کی دلواتی ہے ماں
قید خانے میں جو مرجائے کوئی بچی یتیم
بس خدا ہی جانتا ہے کیسے دفناتی ہے ماں
اس کی غربت پر درودیوار بھی رونے لگے
ادھ جلے کرتے ہیں جب بیٹی کو دفناتی ہے ماں
قافلہ چلنے کو ہے تیار اٹھو گھر چلو
قبر سے لپٹی ہوئی بیٹی کو چلاتی ہے ماں
چادریں لوٹی ہوئی آتی ہیں جب زندان میں
ایک چھوٹی سی ردا سینہ سے لپٹاتی ہے ماں
ایک بچہ کربلا میں، ایک بچی شام میں
گود خالی جھولا خالی لے کے آجاتی ہے ماں
ہائے اصغرؑ ہائے تشنہ لب سکینہؑ یا حسینؑ
سامنے آتا ہے جب پانی تو چلاتی ہے ماں
پوچھتی ہے جب مرے بھیا کو چھوڑ آئیں کہاں؟
فاطمہؑ صغراؑ کو خالی گود دکھلاتی ہے ماں
زندگی بھر دھوپ میں بیٹھی رہی ام ربابؑ
دھوپ میں ہی ایک دن رو رو کے مرجاتی ہے ماں

چین سے سونے نہیں دیتی کبھی بچوں کی یاد
لیٹتے ہی کچھ خیال آیا تو اٹھ جاتی ہے ماں
پی کے پانی پھر ذرا لیٹی ابھی سوئی ہی تھی
کیا نظر آیا کہ بستر سے اچھل جاتی ہے ماں
دن تو جیسے ہی بسر ہو، ہو ہی جاتا ہے مگر
یاد میں بچوں کی رات آتے ہی کھو جاتی ہے ماں
سلسلہ یادوں کا آخر آنسوؤں کی شکل میں
اتنا بڑھتا ہے کہ اک دن غرق ہوجاتی ہے ماں
دیکھ کر پھولوں پہ شبنم ایسا لگتا ہے ہمیں
آج بھی اصغرؑ کے غم میں اشک برساتی ہے ماں
گھر سے دو بیٹے تو کوفہ کو گئے بابا کے ساتھ
اور دو بچوں کو اپنے کربلا لاتی ہے ماں
پوچھتی ہے جب رقیہؑ بھائیوں کا اپنے حال
کچھ نہیں کہتی زباں سے اشک برساتی ہے ماں
ساتھ جو بابا کے تھے کچھ بھی نہیں ان کی خبر
اور دو بچوں کے اپنے ساتھ سرلاتی ہے ماں
باپ سے بچے بچھڑ جائیں اگر پردیس میں
کربلا سے ڈھونڈھنے کوفے میں خود آتی ہے ماں
حارثِ ملعون نے جب قتل بچوں کو کیا
ہائے ماں کی اک صدا سن کر تڑپ جاتی ہے ماں

دفن دو کوفہ میں ہیں، دو کربلا میں بے کفن
دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کوکھ چلاتی ہے ماں
چار بیٹے مرگئے، شوہر کا سایہ بھی نہیں
دیکھ کر چاروں طرف بانہوں کو پھیلاتی ہے ماں
کل جو بچوں سے بھرا تھا ہوگیا خالی وہ گھر
ہر در و دیوار سے مل مل کے چلاتی ہے ماں
کربلا میں یہ خیال آخر غلط ثابت ہوا
ہم سمجھتے ہیں کہ مرکر کچھ سکوں پاتی ہے ماں
شمر کے خنجر سے یا سوکھے گلے سے پوچھئے
ماں ادھر منھ سے نکلتا ہے ادھر آتی ہے ماں
ایسا لگتا ہے کسی مقتل میں اب بھی وقتِ عصر
ایک بریدہ سر سے پیاسہ ہوں صدا آتی ہے ماں

✿✿✿

موت کی آغوش میں بھی کب سکوں پاتی ہے ماں
جب پریشانی میں ہوں بچے تڑپ جاتی ہے ماں
جاتے جاتے پھر گلے بیٹے سے ملنے کے لئے
توڑ کر بند کفن ہاتھوں کو پھیلاتی ہے ماں
جس میں ماں سوتی تھی اس حجرے کو خالی دیکھ کر
جیسے پیاسے کو سمندر ایسے یاد آتی ہے ماں

اپنے غم کو بھول کر روتے ہیں جو شبیرؑ کو
ان کے اشکوں کے لئے جنت سے آجاتی ہے ماں
جانے ان اشکوں سے اس کو کس بلا کا پیار ہے
لے کے اک رومال ہر مجلس میں آ جاتی ہے ماں
کربلا والوں کے زخموں پر لگانے کے لئے
جتنے پاکیزہ ہیں آنسو سب کو لے جاتی ہے ماں
گود کا پالا مرا تیروں پہ ہے ٹھہرا ہوا
گھر سے اے زینبؑ نکل مقتل میں چلاتی ہے ماں
رن سے جب آواز دیتا ہے کوئی تشنہ دہن
پکڑے ہاتھوں سے جگر مقتل میں آجاتی ہے ماں
میں نے اس کے واسطے پیسی ہیں برسوں چکیاں
چھوڑ دے ظالم مرے بچے کو چلاتی ہے ماں
کیا بگاڑا ہے مرے بچے نے اے ظالم ترا
چلتی رہتی ہے چھری اور تکتی رہ جاتی ہے ماں
دیکھتے ہی دیکھتے ہوتا ہے اک تازہ ستم
دوڑتے ہیں لاش پر گھوڑے تو چلاتی ہے ماں
واحسینا کہتی سر کو پیٹتی روتی ہوئی
بیٹیوں کو دے کے لاشہ خود چلی جاتی ہے ماں
تذکرہ جب بھی کہیں ہوتا ہے اس کے لال کا
رونے والوں کو دعائیں دینے آجاتی ہے ماں

گر سکونِ زندگی گھر جائے فوجِ ظلم میں
حال بکھرائے ہوئے مقتل میں آجاتی ہے ماں
دے کے اپنے لال کو کرب وبلا کی گود میں
گود خالی پھر سوئے جنت چلی جاتی ہے ماں
کل جو جنگل تھا، ہے اس کی خاک اب خاک شفا
جھاڑ کر بالوں سے یہ تاثیر دے جاتی ہے ماں
ہے خدا کو اب وہاں کی خاک پر سجدہ قبول
خون سے بیٹے کے اتنا پاک کرجاتی ہے ماں
جب پرندے لوٹ کر جاتے ہیں گھر سورج ڈھلے
یاد آتاہے وطن یا یاد آجاتی ہے ماں

❁❁❁

{مسند انصاف پر ہے جلوہ گر نور خدا
اک طرف بیٹھے ہوئے ہیں شافع روز جزا
اک طرف ہیں ساقیؑ کوثر علیؑ مرتضیٰؑ
منتظر ہیں سب نبیؐ سننے کو رب کا فیصلہ
آدم اول سے اب تک جتنے بھی پیدا ہوئے
سب کھڑے ہیں ہاتھ میں اعمال نامہ کو لئے
حشر کے میداں میں سب کے سب ہیں گھبرائے ہوئے
گردنیں نیچے کئے مجرم سے شرمائے ہوئے

ہیں فرشتے گردنوں میں طوق پہنائے ہوئے
دھوپ کی شدت سے ہیں چہرے بھی مرجھائے ہوئے
ایسے عالم میں یہ جبرائیل کی گونجی صدا
آرہی ہیں مانگنے انصاف رب سے فاطمہؑ}

❁❁❁

پسلیاں پکڑے ہوئے روز حساب آتی ہے ماں
'آج مجھ کو چاہئے' انصاف چلاتی ہے ماں
انبیاؑ چلائے سب اٹھو نظر نیچی کرو
حشر کے میدان میں شبیرؑ کی آتی ہے ماں
ایک کرتا خوں بھرا اور دو کٹے بازو لئے
اشک آنکھوں میں بھرے پیش خدا آتی ہے ماں
کیا بگاڑا تھا مری اولاد نے، پروردگار!
عرش کا پایہ پکڑ کے خوب چلاتی ہے ماں
میرا دروازہ جلایا، ہوگیا محسنؑ شہید
پسلیاں ٹوٹی ہوئی خالق کو دکھلاتی ہے ماں
میرے شوہر کے گلے میں ریسماں ڈالی گئی
بعد پیغمبرؐ ہوئے جو ظلم گنواتی ہے ماں
میں نے جس کے واسطے پیسی تھیں برسوں چکیاں

ٹکڑے ٹکڑے لاش اس بیٹے کی دکھلاتی ہے ماں
یہ مرا بیٹا حسنؑ جس کو دیا زہر دغا
کتنے ہیں ٹکڑے کلیجے کے یہ گنواتی ہے ماں
ہائے یہ محسن ہے میرا! یہ حسنؑ ہے! یہ حسینؑ!!
عرش ہل جاتا ہے جب لاشوں کو دکھلاتی ہے ماں
ہائے اس نازک بدن پہ گھوڑے دوڑائے گئے
ایک اک ٹکڑا اٹھا کر دل سے لپٹاتی ہے ماں
میرے بیٹے کا گلا کاٹا مری آغوش میں
خون کے دھبّے ردا پہ اپنی دکھلاتی ہے ماں
تشنگی ایسی کہ خود خنجر سے اٹھتا تھا دھواں
پپڑیاں سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ دکھلاتی ہے ماں
میرے قاسمؑ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے
خون میں ڈوبے ہوئے سہرے کو دکھلاتی ہے ماں
یہ مرے عونؑ و محمدؑ حیدرؑ و جعفرؑ کی یاد
کس طرح مرجھائے ہیں یہ پھول دکھلاتی ہے ماں
یہ مرا غازیؑ سکینہؑ کا چچا زینبؑ کی آس
کس طرح کاٹے ہیں اس کے ہاتھ دکھلاتی ہے ماں
جانے کتنی دور اس مظلوم کو کھینچا گیا
پاؤں میں کچھ خار اور کچھ چھالے دکھلاتی ہے ماں
دیکھ کر اصغرؑ کا لاشہ اک قیامت آگئی

تین پھل کا تیر جب گردن میں دکھلاتی ہے ماں
مارے گالوں پر طمانچے، کھینچے کانوں سے گہر
نیلے نیلے گال اک بچی کے دکھلاتی ہے ماں
ہائے وہ شامِ غریباں پھول سے نازک بدن
گھوڑوں سے کچلی ہوئی لاشوں کو دکھلاتی ہے ماں
تھوڑا سا پانی پلادے میرے بیٹے کو کوئی
دیکھ کر سوکھے ہوئے لب اب بھی چلاتی ہے ماں
ہائے وہ جلتے ہوئے خیمہ میں غش عابدؑ مرا
کیسے لائی تھی مری زینبؑ یہ بتلاتی ہے ماں
بیٹیوں کو میری سر ننگے پھرایا دربدر
بازوؤں پر رسیوں کے نیل دکھلاتی ہے ماں
باقرؑ وجعفرؑ امامِ موسیٰ کاظمؑ رضاؑ
داستاں ہر ایک کی محشر میں دوہراتی ہے ماں
یہ تقیؑ ہے یہ نقیؑ ہے یہ ہے میرا عسکریؑ
سامرہ میں کیا ستم ڈھایا ہے بتلاتی ہے ماں
یہ مرا مہدیؑ جو ساری زندگی روتا رہا
اس کے گالوں پر نشاں اشکوں کے دکھلاتی ہے ماں
سامنے آتے ہیں جب شمر و یزید و حرملہ
دیکھ کر ان تینوں شیطانوں کو چلاتی ہے ماں
ہیں یہی ظالم اجاڑا ہے جنھوں نے میرا گھر

مار کر اک چیخ بس بے ہوش ہوجاتی ہے ماں
الغیاث و الاماں و الحفیظ و المدد
سن کے بچوں کی صدائیں ہوش میں آتی ہے ماں
ڈال دو دوزخ میں جتنے ہیں عدوئے فاطمہؑ
فیصلہ اللہ کا سن کر سکوں پاتی ہے ماں
جتنے بھی قاتل ملے قابیل سے اس روز تک
آگ کے شعلوں میں ہر ظالم کو جلواتی ہے ماں
بیٹھ جاتی ہے درِ جنت پہ خود زینبؑ کے ساتھ
خلد میں پہلے عزاداروں کو بھجواتی ہے ماں
داخل فردوس ہوجاتے ہیں جب اہل عزا
تب کہیں جاکر رضاؔ تھوڑا سکوں پاتی ہے ماں

قطعہ

زندگی کیسے گزرتی ہے رضاؔ ماں کے بغیر
یہ تو بس وہ ہی بتا سکتا ہے جس کی ماں نہ ہو
سارے رشتہ داروں کے ہوتے ہوئے گھر یوں لگے
جیسے ہوں ساری کتابیں گھر میں اور قرآں نہ ہو

قطعہ

وہ کلی جو شاخ سے اک بار ہوجائے جدا
باغباں گر جان بھی دے دے تو وہ کھلتی نہیں
آدمی چاہے تو تارا در پہ آجائے مگر
ماں اگر اک بار چھٹ جائے تو پھر ملتی نہیں

قطعہ

برف جیسی سرد راتیں ہوں کہ طوفانی ہوا
جب تلک آیا نہ بچہ گھر میں ماں سوئی نہیں
بند دروازہ، درودیوار چپ، آنگن خموش
کس کو دوں آواز گھر میں منتظر کوئی نہیں

قطعہ

جسم کی رگ رگ سی کھنچتی ہے رضاؔ
یہ ہوا محسوس مجھ کو ماں کے مر جانے کے بعد
اب دعا گو ہے نہ سایہ ہے نہ کوئی غمگسار
کتنا تنہا ہو گیا ہوں ماں کے دفنانے کے بعد

قطعہ

تمام گردِ یتیمی سے اٹ گیا چہرہ
کہاں میں سایۂ دامانِ ماں تلاش کروں
گئی ہیں گھر سے جو کاندھوں پہ نقش پا بھی نہیں
میں اپنی خلد بریں کو کہاں تلاش کروں

قطعہ

ماں وہ نعمت ہے رضاؔ جس کا بدل کوئی نہیں
جز غم شبیرؑ ماں کے غم کا حل کوئی نہیں
فکر سے اولاد کی خالی جو گزرا ہو کبھی
ماں کی ساری زندگی میں ایسا پل کوئی نہیں